MIRRAT UL ARIFEEN INTERNATIONAL
ماہنامہ
لاہور

مرآۃ العارفین اِنٹرنیشنل

جلد نمبر 24
شمارہ نمبر 01
مئی 2023ء، شوال المکرم/ ذوالقعدہ 1444ھ
WWW.MIRRAT.COM

مسجدِ اقصیٰ کی بے حُرمتی اور فلسطینیوں کی نسل کشی

اُمتِ مسلمہ کی ذمہ داریاں

تحریکِ خالصتان

آزادی کا ریفرنڈم اور بھارت کی غیر امتیازی پالیسیاں

مصنوعی ذہانت اور عقلِ انسانی کے قرآنی معیار

نہیں ہے کوئی رفیق کتاب سے بہتر

کتاب ہر دور میں انسانی شخصیت کی تعمیر، ذہنی وفکری نشو ونما،
علم وحکمت کے حصول اور ترسیلِ علم کا بنیادی ذریعہ رہی ہے

لیکن صد افسوس!

آج ہمارے معاشرے میں کتاب بینی کا شوق اور روایت دم توڑ چکی ہے

لٰہذا!

علم وادب کے احیاء اور ایک باشعور، روشن خیال اور مہذب قوم کی تشکیل کیلئے

مطالعۂ کتاب کی مستقل عادت

(بالخصوص طلبہ کے لیے)

موجودہ معاشرے کی اہم ضرورت ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فیضانِ نظر

سُلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی صاحب قدس سرہ العزیز

چیف ایڈیٹر: صاحبزادہ سلطان احمد علی

ایڈیٹوریل بورڈ:
- سید عزیز اللہ شاہ ایڈووکیٹ
- مفتی محمد شیر القادری
- افضل عباس خان

مسلسل اشاعت کا چوبیسواں سال

MIRRAT UL ARIFEEN INTERNATIONAL

ماہنامہ مرآۃ العارفین انٹرنیشنل لاہور

مئی 2023ء، شوال المکرم/ذوالقعدہ 1444ھ

نِکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبّیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اقبال)

سلطان العارفین حضرت سلطان باھوؒ کی نسبت سے شائع ہونے والا فلسفۂ وحدانیت کا ترجمان،
اصلاحِ انسانیت کا پیمبر، اتحادِ ملّتِ بیضا کے لئے کوشاں، نظریۂ پاکستان کی روشنی میں استحکامِ پاکستان کا داعی

آرٹ ایڈیٹر
- محمد احمد رضا
- واصف علی

اس شمارے میں

نمبر	عنوان	مصنف	صفحہ
1	اقتباس		3
	اداریہ		
2	دستک		4
	قومی و بین الاقوامی		
3	تحریکِ خالصتان: آزادی کا ریفرنڈم اور بھارت کی امتیازی پالیسیاں	محمد محبوب	5
4	تقابلِ ادیان کے راہ رو 'توشی ہیکو ایزوتسو' کی زندگی پر ایک نظر	حافظ محمد شہباز عزیز	10
	گوشۂ قرآن		
5	مصنوعی ذہانت اور عقلِ انسانی کے قرآنی معیار	سید عزیز اللہ شاہ ایڈووکیٹ	14
	تذکرہ		
6	محی السنہ امام ابو محمد حسین فراء بغوی (رحمۃ اللہ علیہ)	مفتی محمد صدیق خان قادری	21
	صلائے عام		
7	غیبت سے بچنے کیلئے سورۃ الحجرات سے ایک اخلاقی سبق	صاحبزادہ سلطان احمد علی	25
8	12 اپریل 2023ء: سالانہ عظیم الشان میلادِ مصطفیٰ (ﷺ) و حق باھو کانفرنس	ادارہ	33
	باھُو شناسی		
9	تعلیماتِ حضرت سلطان باھوؒ میں مراقبہ کی اصطلاح	لئیق احمد	37
10	شمس العارفین	مترجم: سید امیر خان نیازی	47
11	Abyat e Bahoo	Translated by: M.A Khan	49

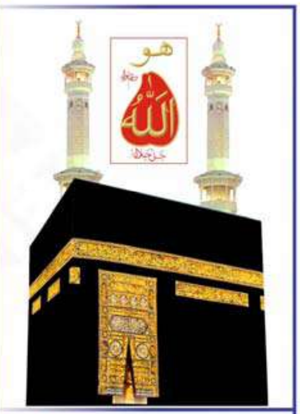

فی شمارہ آرٹ پیپر	فی شمارہ نیوز پیپر
100 روپے	70 روپے
سالانہ (ممبر شپ	سالانہ (ممبر شپ)
1200 روپے	840 روپے

یورپین پونڈ	امریکی ڈالر	سعودی ریال
280	400	800

اپنی بہترین اور مؤثر کاروباری تشہیر کیلئے مرآۃ العارفین میں اشتہار دیجئے رابطہ کیلئے: 0300-1275009

برائے خط و کتابت ماہنامہ مرآۃ العارفین انٹرنیشنل P.O.Box No.11 جی پی او، لاہور E-mail: miratularifeen@hotmail.com
WWW.ALFAQR.NET, WWW.MIRRAT.COM

پبلشر سجاد علی چوہدری نے قاسم نعیم آرٹ پریس، بندر روڈ، لاہور سے چھپوا کر بیسمنٹ خواجہ آرکیڈ کیمیکل مارکیٹ، بندر روڈ لاہور سے شائع کیا

"یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ لْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ"

"اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور ہر جان دیکھے کہ کل کے لئے کیا آگے بھیجا اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے"۔

(الحشر:18)

"حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:

"اللہ عزوجل کی قسم! تم ضرور نیکی کی دعوت دیتے رہنا اور بُرائی سے منع کرتے رہنا۔ ظالم کا ہاتھ پکڑ کر اسے حق کی طرف جھکا دینا اور حق بات قبول کرنے پر اسے مجبور کر دینا"۔

(سُننِ أبي دَاود، كِتَابُ الْمَلَاحِمِ)

سرِّ سبحانی محبوبِ سبحانی غوث الاعظم محی الدین

سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ

فرمان

"عاقل بن اور جھوٹ مت بول۔تُو کہتا تو یہ ہے کہ میں اللہ عزوجل سے ڈرتا ہوں حالانکہ ڈرتا ہے دوسروں سے۔نہ کسی جن سے ڈر اور نہ آخرت کے عذاب سے۔پس ڈرنا تو اسی سے چاہیے جو عذاب دینے والا ہے۔عقل مند شخص اللہ عزوجل کے بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت سے ڈرا نہیں کرتا۔وہ غیر اللہ کی بات نہیں کرتا۔وہ غیر اللہ کی بات سے بہرا ہے۔ساری مخلوق اس کے نزدیک بے کس، بیمار اور محتاج ہے۔یہی شخص اور جن کی بھی اس جیسی حالت ہو اصل علماء ہیں (یعنی اللہ بس ماسوی اللہ ہوس والے) جن کے علم سے نفع پہنچتا ہے جو شریعت اور حقائق اسلام کے عالم ہیں اور وہ دین کے طبیب ہیں کہ دین کی شکستگی کو جوڑتے ہیں۔اے وہ شخص جس کا دین شکستہ ہو گیا ہے ان کی طرف بڑھ تاکہ وہ تیری (دین کی) شکستگی کو جوڑ دیں"۔

(الفتح الربانی)

سلطان العارفین

حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ

فرمان

جنگل دے وچ شیر مریلا باز پوے وچ گھر دے ھو
عشق جیہا صراف ناں کوئی کجھ ناں چھوڑے وچ زر دے ھو
عاشقاں نیندر بھکھ ناں کوئی عاشق مول نہ مردے ھو
عاشق جیندے تداں ڈٹھوسے باھو جداں صاحب اگے سر دھردے ھو

(ابیاتِ باھُو)

فرمانِ قائدِ اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ

ایمان، اتحاد، تنظیم

"ہماری جڑ (بنیاد) اسلام ہے حتیٰ کہ شیعہ سُنی کا بھی کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ہم ایک ہیں اور ایک قوم کی حیثیت سے ہی ہمیں قدم سے قدم ملا کر چلنا ہوگا۔صرف اسی صورت میں ہم پاکستان کو برقرار رکھ سکیں گے۔ذات پات کا طریقہ ہی ہند کی غلامی کا اصل ذمہ دار ہے، ان لوگوں کو خبردار کرتا ہوں جو ان ہتھکنڈوں کو استعمال کر رہے ہیں"۔

(لاہور، 19 مارچ، 1944ء)

فرمانِ علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ

دیکھ تو اپنا عمل، تجھ کو نظر آتی ہے کیا
وہ صداقت جس کی بے باکی تھی حیرت آفریں
غافل! اپنے آشیاں کو آ کے پھر آباد کر
نغمہ زن ہے طور معنی پر کلیم نکتہ بیں

(بانگِ درا)

مسجدِ اقصیٰ کی بے حرمتی اور فلسطینیوں کی نسل کشی:
اُمتِ مسلمہ کی ذمہ داریاں

گزشتہ چند برسوں سے مسلسل قابض اسرائیلی افواج کی جانب سے بالخصوص ماہ مقدس رمضان المبارک میں قبلہ اوّل مسجد اقصیٰ کی بے حرمتی اور فلسطینیوں کی نسل کشی انتہائی افسوناک اور باعث تشویش ہے-ایک محتاط اندازے کے مطابق اسرائیلی فورسز کی جانب سے صرف 2023ء میں جنوری سے مارچ تک 84 فلسطینیوں کو ہلاک کیا گیا- موجودہ صورتحال کی بات کی جائے تو قومی و بین الاقوامی میڈیا کے ذریعے سامنے آنے والے حالیہ مناظر انتہائی اندوہناک اور کربناک ہیں- جن سے عیاں ہے کہ کس طرح جابر اسرائیلی فوج نہتے لوگوں کو مسجد اقصیٰ کے احاطے میں ظلم و بربریت کا نشانہ بنا کر مسجدِ اقصیٰ کا تقدس پامال کر رہی ہے-اطلاعات کے مطابق حال ہی میں صیہونی فورسز نے مسجد اقصیٰ میں نمازیوں پر بہیمانہ تشدد کیا اور اسٹنڈ گرنیڈز سے حملہ کرتے ہوئے آنسو گیس شیلنگ کی-اس کے علاوہ تقریباً450 کے قریب افراد کو گرفتار اور100 کو زخمی بھی کیا گیا-اس حالیہ پُر تشدد دراندازی کے دوران فورسز نے مسجد کے احاطے میں موجود بزرگوں اور خواتین کے ساتھ بھی انتہائی ناروا سلوک کیا اور بے دردی سے انہیں مسجد کے احاطہ سے بے دخل کر دیا- اسی طرح زیادہ تر افراد کو لاٹھیوں اور رائفل کے بٹوں سے نشانہ بنایا گیا اور ہتھکڑیاں لگا کر انہیں مسجد کے احاطے سے باہر لے جایا گیا- ستم ظریفی یہ ہے کہ اِس دوران پیرامیڈیکس کو زخمیوں کو طبی امداد فراہم کرنے سے روک دیا گیا- یہ غیر انسانی اقدامات مکروہ صیہونی عزائم اور سازشوں سے پردہ اٹھاتے ہیں- مزید انسانیت سوزی اور مذہبی متعصب و منافرت پہ مبنی یہ صیہونی اقدامات اور مذہبی عبادت گاہوں پر حملہ نہ صرف عالمی اقدار و قوانین کی صریحاً خلاف ورزی ہے بلکہ اس کا مقصد مسلمانوں کے جذبات مجروح کرنے اور ان میں نفرت و اشتعال انگیزی کو پھیلانا ہے-

فلسطین میں طویل عرصے سے جاری انسانی حقوق کی سنگین پامالی اور مسلمانوں کی مقدس میراث (مسجد اقصیٰ) کی بے حرمتی پر کوئی ایکشن نہ لینا عالمی انصاف پر سوالیہ نشان اور مسلمانوں کے مسائل کے حل کیلئے دنیا کے دوہرے معیارات کا منہ بولتا ثبوت ہے-مزید فلسطین میں جاری موجودہ صورتحال سے ایسا لگتا ہے کہ انسانی حقوق کے عالمی اداروں کی نظر میں خونِ مسلم کی کوئی وقعت نہیں رہی- مسلم دنیا کو اب یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ مسلمانوں کے مسائل کے حل کیلئے عالمی انصاف پر تکیہ کرنا بے سود ہے-

اب وقت آگیا ہے کہ فلسطین میں ظلم و جبر کا خاتمہ اور مسجدِ اقصیٰ کے تقدس و تحفظ کو یقینی بنایا جائے جس کیلئے ترکیہ، پاکستان، ملائشیا اور دیگر اسلامی ممالک کو متحد ہو کر مشترکہ لائحہ عمل اپنانے اور مسئلہ فلسطین پر روایتی و جذباتی انداز اپنانے کی بجائے مستقل سنجیدہ اقدامات کرنے کی ضرورت ہے جس کیلئے اسلامی دنیا کو بطور اُمت یک جان و یک زبان ہو کر اقوام متحدہ سمیت دیگر بین الاقوامی تنظیموں اور بین الاقوامی برادری پر دباؤ بڑھانا ہو گا- حال ہی میں دو برادر اسلامی ممالک ایران اور سعودی عرب کے مابین تعلقات کی بحالی مسئلہ فلسطین کو عالمی سطح پر اٹھانے میں معاون ثابت ہو سکتی ہے-اسی طرح اسلامی دنیا کے اہم ممالک اس بدلتی ہوئی صورتحال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے فلسطینیوں پر اسرائیلی مظالم و تشدد اور قبلہ اول کی بے حرمتی کے خاتمے میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں اور مسئلہ فلسطین پر ایک متفقہ پالیسی بنا سکتے ہیں جو اس مسئلے کے حل کی طرف ایک مؤثر قدم ہو گا-

یاد رکھیے! قبلہ اوّل (مسجد اقصیٰ) کی حیثیت مسلمانوں کیلئے مسلّم ہے اور مسجدِ اقصیٰ سے مسلمانوں کا قلبی و روحانی تعلق و نسبت قائم ہے جس کی بنیاد قرآن مجید کی اس آیت پہ استوار ہے:

"سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَی الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ"

"پاکی ہے اسے جو راتوں رات اپنے بندے کو لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گرداگرد ہم نے برکت رکھی کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں بیشک وہ سنتا دیکھتا ہے"-(الاسراء:1)

آج عالمِ اسلام کو اپنے اس بنیادی و دینی و ثقافتی ورثے کی عظیم علامت (بیت المقدس) کے تحفظ کیلئے جذباتی و روایتی انداز اپنانے کی بجائے سنجیدگی و دور اندیشی سے اس پر غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے- مزید بر آں! تمام مسلم مالک کو چاہیے کہ وہ بالخصوص اپنی آئندہ نسل میں اس دعوے کا شعور اجاگر کرے اور اپنے تعلیمی اداروں میں اسے باقاعدہ نصاب کا حصہ بنائے کہ "مسجد اقصیٰ ہماری ہے" جس کے تحفظ و تقدس پر نہ ہم کبھی سمجھوتہ کرنے کا سوچ سکتے ہیں اور نہ ہی کبھی اس دعوے سے دستبردار ہو سکتے ہیں-

تحریکِ خالصتان

آزادی کا ریفرنڈم اور بھارت کی امتیازی پالیسیاں

محمد محبوب
(شعبہ سیاسیات و بین الاقوامی تعلقات - قائد اعظم یونیورسٹی)

کسی ریاست یا ملک کی عمارت مضبوط اور غیر متزلزل بنیادوں پہ کھڑی نہ ہو یا اس کا جغرافیہ غیر فطری اور غیر حقیقی ہو یا یوں کہہ لیں تو بہتر ہو گا کہ اس کی بنیادیں فریب، مکاری، چالاکی اور جھوٹ پر استوار کی گئی ہوں تو وہ ریاست زیادہ دیر قائم نہیں رہ سکتی- اس کی بنیادی وجہ قانونِ فطرت ہے کہ جھوٹ، فریب اور دھوکہ دہی کو جتنے پردوں میں لپیٹ کر چھپایا جائے وہ ایک دن ضرور بے نقاب ہوتا ہے- اس تمہید سے یہ واضح کرنا مقصود تھا کہ برصغیر کی تقسیم کے وقت "انڈین نیشنل ازم" کے نعرے پر جو جغرافیہ "متحدہ ہندوستان" یا "سیکولر بھارت" کے نام پر تشکیل پایا تھا اس جغرافیہ کی تاریخ ہمیں یہی بتاتی ہے کہ یہ خطہ کبھی متحد نہیں رہا، اگر رہا بھی ہے تو طاقت کے زور پر- جب بھی طاقت کے توازن کا پلڑا کمزور ہوا تو یہ خطہ بکھرتا چلا گیا- حتیٰ کہ جب پورے ہندوستان پر انگریز قابض تھا تب بھی 565 کے قریب شاہی ریاستیں اپنے اندرونی معاملات میں خود مختار تھیں اور ساتھ ساتھ انگریزوں سے آزادی کی تحریکیں بھی چلتی رہیں- بالآخر 14 اگست 1947ء کو پاکستان معرض وجود میں آیا اور 15 اگست 1947ء کو بھارت کو آزادی ملی-

تقسیم ہند کے دوران جس طرح بھارتی قیادت نے انگریز سے ساز باز کر کے پاکستان کے ساتھ تاریخی دھوکہ بازی کی ہے اسی طرح جھوٹ، فریب اور مکاری سے اقلیتوں، چھوٹی ذات کے ہندوؤں، شاہی ریاستوں کے نوابین اور خصوصاً بھارتی پنجاب میں بسنے والے سکھوں سے بھی کی گئی- جیسا کہ اوپر ذکر کیا ہے کہ مکاری اور فریب چھپتا نہیں ہے آج بھارت سے کم و بیش 70 کے قریب چھوٹی اور بڑی آزادی کی تحریکیں اس بات کی گواہی دے رہی ہیں- تاریخی طور پر تقسیم ہند کے وقت مکار کانگریس کی سکھ رہنماؤں کے ساتھ کی گئی دھوکہ دہی اور پھر 80 کی دہائی میں ہونے والے مظالم اور ان کے مقدس مقامات کی کھلے عام بے حرمتی نے سکھوں کو اپنے حق کے لئے آواز بلند کرنے پر مجبور کیا اور انہوں نے بھارت سے آزاد علیحدہ وطن "خالصتان" کی آواز بلند کی- آج ہندوستان میں ہندوتوا، آر ایس آیس اور بی جے پی کی اقلیتوں خصوصاً مسلمانوں اور سکھوں پر بڑھتے ہوئے مظالم، مذہبی منافرت اور انتہا پسندانہ نظریات کی وجہ سے آزادی کی تحریکیں مسلسل زور پکڑ رہی ہیں- ایک طویل عرصے سے ہندوستان میں بسنے والے سکھ اپنے ایک الگ ملک خالصتان کے حصول کیلئے اندورن و بیرون ملک تحریک چلا رہے ہیں- بھارت، سکھوں پر ظلم و جبر کے باوجود خالصتان کی آواز کو دبانے میں ناکام رہا ہے- آج یہ تحریک نہ صرف بھارت بلکہ دنیا کے متعدد ممالک میں اپنے حق کے حصول اور بھارتی جبر کو بے نقاب کرنے کے لئے پوری شدت سے اپنی آواز بلند کر رہی ہے- زیر نظر مضمون میں اس تحریک کا تاریخی پس منظر اور سکھوں پر بھارتی مظالم کی تاریخ کے ساتھ ساتھ تحریک میں آنے والی حالیہ برسوں میں تیزی کی وجوہات اور مستقبل کا ذکر کریں گے-

تحریکِ خالصتان کا تاریخی پس منظر:

لفظ خالصتان کا ماٰخذ خالصہ ہے- جس کا مطلب خالصہ یا خالص لوگوں کے رہنے کی سرزمین- یہ تحریک بھارتی پنجاب

میں بسنے والے سکھوں کی جانب سے بھارت سے علیحدہ وطن 'خالصتان' کے حصول کا مطالبہ کرتی ہے- جب مارچ 1940ء میں مسلمانوں کی جانب سے ہندوستان کی تقسیم اور علیحدہ مملکت کے قیام کا مطالبہ ہوا تو سکھ رہنماؤں کو اپنے مستقبل کی تشویش ہوئی- بانیٔ پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح نے اس وقت سکھ رہنماؤں کو تحریک پاکستان میں ساتھ دینے کی درخواست کی لیکن سکھ رہنماؤں نے جواہر لعل نہرو اور گاندھی کے فریب میں آکر ہندوستان کا بھرپور ساتھ دیا- جب بھارت کو آزادی مل گئی تو بھارتی رہنماؤں کے سکھوں کے ساتھ تیور بدل گئے اور سکھوں سے کئے گئے وعدوں سے مکر گئے- اس کے بعد وقتاً فوقتاً سکھ رہنما بھارتی پنجاب کو بھارت سے الگ کر کے علیحدہ وطن خالصتان کا مطالبہ کرتے رہے ہیں- 1960ء کی دہائی میں بھارتی پنجاب میں سکھوں نے خود مختاری کا مطالبہ کیا اور یہ تحریک خالصتان ملک کے قیام کے لیے 70 کی دہائی میں مزید شدت اختیار کر گئی- 1978ء میں چندی گڑھ میں سکھوں نے "دل خالصہ" کا قیام عمل میں لایا-

80 کی دہائی میں سکھوں پر بھارتی مظالم اور تحریک خالصتان کا عروج:

1980ء کی دہائی میں اقلیتوں خصوصاً سکھوں پر جب بھارتی مظالم اور ریاستی دہشتگردی انتہاء پر پہنچی تو تحریک خالصتان کو دوبارہ عروج ملا- جون 1984ء کے پہلے ہفتے میں 3 سے 8 جون تک بھارتی فوج نے سکھوں پر بربریت کی انتہا کرتے ہوئے سکھ دھرم کے مقدس مقام "گولڈن ٹیمپل" کی حرمت کو ٹینکوں کے گولوں سے روند ڈالا اور محض ایک ہفتے کے اندر ہزاروں افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا- بھارتی وزیراعظم اندرا گاندھی کے دور حکومت میں سکھوں کے خلاف بھارتی فوج کی اس سفاکانہ مہم کو آپریشن بلیو سٹار کا نام دیا گیا جس میں سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ سمیت متعدد سکھ رہنماؤں کو بے دردی سے مارا گیا- مقدس مقامات کی بے حرمتی کے علاوہ بھارت سے علیحدگی پسند سکھوں اور ٹیمپل میں موجود عام زائرین پر ایسے غیر انسانی مظالم ڈھائے گئے جس کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی- ایک اندازے کے مطابق ان مختصر دنوں میں تقریباً 50000 سکھوں کو مارا گیا-[1] آپریشن بلیو سٹار اور سکھوں کی نسل کشی کے بعد سکھوں کی بھارت سے علیحدہ وطن کی جدوجہد جاری رہی لیکن بھارتی حکومت نے ریاستی مشینری کی مدد سے اسے کچلنے کی ہر ممکن کوشش کی- ہر مندر صاحب پر اپنا کنٹرول برقرار رکھنے کے لیے، 1987ء میں مندر پر ایک اور حملہ کیا گیا، جسے آپریشن بلیک تھنڈر کا نام دیا گیا-[2]

زرعی قوانین کے خلاف کسانوں کی تحریک اور خالصتان کی آواز:

بھارتی وزیراعظم نریندر مودی کی مرکزی حکومت نے ستمبر 2020 میں کسانوں پر ایسے زرعی قوانین نافذ کرنے کی کوشش کی جو ان کیلئے زندگی اور موت کا مسئلہ تھا- ان قوانین کے خلاف کسان نہ صرف بھارتی پنجاب بلکہ ملک بھر میں سراپا احتجاج ہوئے- کسانوں کی ٹریکٹر ریلی احتجاج کے دوران 26 جنوری 2021ء کو بھارتی یوم جمہوریہ کے موقع پر کسان لال قلعہ میں داخل ہوئے اور قلعہ پر بھارتی پرچم اتار کر سکھوں کے مذہبی پرچم لہرائے گئے- ان قوانین کے خلاف انڈین ریاستوں پنجاب، ہریانہ، اُترپردیش، راجستھان اور کئی دیگر ریاستوں سے تعلق رکھنے والے ہزاروں کسان ایک سال سے انڈیا کے دارالحکومت نئی دہلی کے باہر احتجاجی دھرنا دیے

[1]India's Operation Blue Star: A Tragic Memory
https://www.pakistantoday.com.pk/2021/06/03/indias-operation-blue-star-a-tragic-memory/
[2]Ibid

بیٹھے تھے- بھارتی قیادت نے طاقت کے زور پر کسانوں کی تحریک کو کچلنے کی کوشش کی جس کے نتیجے میں متعدد پر تشدد واقعات رونما ہوئے- اس تحریک کے دوران کم و بیش 700 کسانوں کو اپنی جانوں سے ہاتھ دھونا پڑا-[3] بالآخر مظلوم کسانوں کا احتجاج رنگ لے آیا اور نومبر 2021ء کو بھارتی وزیر اعظم نے قوانین واپس لینے کا اعلان کیا- کسانوں کی تحریک کو نہ صرف بیرونِ ممالک مقیم سکھوں کی طرف سے نمایاں حمایت ملی بلکہ وہاں کی حکومتوں نے بھی کسانوں کے حق میں بیانات دیئے- مثلاً کینیڈین وزیر اعظم جسٹن ٹروڈو کی طرف سے دو مرتبہ کسانوں کے مطالبات کی حمایت کی گئی-[4] برطانوی پارلیمنٹ کے تقریباً 36 اراکین نے بھی ایک خط کے ذریعے سراپا احتجاج کسانوں کے مطالبات کی حمایت کی-[5]

زرعی قوانین کے خلاف کسانوں کی تحریک کے باعث بھارت نے یہ قوانین واپس لینے کا فیصلہ تو کر لیا لیکن بھارت کے کسانوں خصوصاً پنجاب کے سکھوں میں خالصتان کی تحریک نے شدت پکڑی- سکھوں کے مطابق متنازع قوانین ان کی طاقت، عزت اور انا کو للکارنے کا ایک انداز ہے جس طرح شہریت قوانین کے ذریعے مسلمانوں کو مشتعل کرنے اور دیوار سے لگانے کی کوشش کی گئی تھی-

سکھوں کی بیرون ممالک میں خالصتان کے لئے جدوجہد آزادی:

سکھوں کے خلاف بھارتی حکومت کی وحشیانہ کاروائیوں کے بعد بہت سے سکھ ظلم و ستم سے بچنے کے لیے ہندوستان چھوڑ کر بیرون ملک مقیم ہو گئے ہیں- وہاں خالصتان کی تحریک کو زندہ رکھنے کے لیے سکھ پوری دنیا میں پھیل چکے ہیں-[6] دنیا کے کئی ممالک میں سکھوں کی جدوجہد اب بھی جاری ہے- دنیا کے متعدد ممالک برطانیہ، امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ میں خالصتان تحریک کے حامی سکھوں کی تنظیمیں کافی متحرک ہیں- خالصتان تحریک کی حامی ایک معروف تنظیم ”سکھ فار جسٹس“ (SFJ) بھی ہے- یہ تنظیم خالصتان کی جدوجہد میں بھارت سمیت متعدد ممالک میں ریفرنڈم کے حوالے سے نہ صرف تحریک چلا رہی ہے بلکہ خالصتان کے قیام کے لئے کئی ریفرنڈم بھی منعقد کروا چکی ہے- مثلاً اس تنظیم نے امریکہ میں 31 اکتوبر 2013ء کو مسز گاندھی کے قتل کی برسی کے موقع پر دس لاکھ سکھوں کی دستخط شدہ رٹ پٹیشن اقوامِ متحدہ کے ادارے یونائیٹڈ نیشن ہیومن رائٹس کونسل (UNHRC) میں دائر کرائی اور یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ بھارتی حکومت کے ہاتھوں ہونے والے سکھوں کے قتلِ عام کو عالمی سطح پر سکھوں کی نسل کشی قرار دی جائے اور اس انسانی المیہ کے ذمہ دار بھارتی رہنماؤں کو خصوصی ٹربیونلز قائم کر کے قانون و انصاف کے کٹہرے میں لایا جائے اور انہیں قرار واقعی سزا دی جائے-[7]

اس کے علاوہ 6 جون 2014ء کو اسی سکھ تنظیم نے عالمی سطح پر انٹرنیٹ کے ذریعے دنیا بھر میں بسنے والے سکھوں کے دستخط حاصل کرنے کے لئے ایک مہم چلائی ہے جس کو سکھ ریفرنڈم 2020ء کا عنوان دیا گیا ہے- اس کے مطابق 2020ء میں بھارت کے باہر بسنے والے 50 لاکھ سکھ ایک ریفرنڈم کے ذریعے اس امر کا فیصلہ کریں گے کہ بھارت کے زیر قبضہ پنجاب کو بھارت سے آزادی حاصل کر لینی چاہیے یا بھارتی غلامی میں رہنا ہے-

[3]The human cost of India's yearlong farmers' protest https://www.aljazeera.com/news/2021/11/30/human-cost-india-farmer-protest-agriculture

[4]Farmers' protest in India is concerning, says Canadian PM Justin Trudeau https://www.hindustantimes.com/world-news/farmers-protest-in-india-is-concerning-says-canadian-pm-justin-trudeau/story-t7FUtuEoLD7vzpmzBEGwdK.html

[5]36 British MPs back farmers' protest, want UK to raise issue with India https://www.hindustantimes.com/world-news/36-british-mps-back-farmers-protest-want-uk-to-raise-issue-with-india/story-tyXApoXTtKJyIkXEcDdUVP.html

[6]https://www.nation.com.pk/27-Nov-2017/indian-anxiety-and-khalistan-2020

[7]Sikhs demand UN probe into 1984 India 'genocide' https://www.dawn.com/news/1053589

اسی سلسلے میں 31 اکتوبر 2021ء کو لندن میں سکھوں نے خالصتان کے قیام کیلئے کئی مراحل میں ریفرنڈم کا انعقاد کروایا جس میں 10 ہزار سے زائد سکھوں نے ووٹنگ میں حصہ لیا- ریفرنڈم کے موقع پر سکھ رہنماؤں کا کہنا تھا کہ بھارت طاقت کے ذریعے سکھوں کی آزادی کی تحریک کو دبانے کی کوشش کر رہا ہے-ریفرنڈم کے دوران سکھ رہنماؤں نے امریکا، کینیڈا، بیلجیئم، آسٹریلیا اور بھارتی پنجاب میں بھی ریفرنڈم کا ارادہ ظاہر کیا ہے-مزید اس موقع پر سکھ رہنما آزاد خالصتان کے حق میں نعرے بھی بلند کرتے رہے-

سال 2021ء کے اختتام تک سکھوں کی ایک بڑی تعداد (تقریباً 2 لاکھ سے زائد) اس ریفرنڈم کے حق میں ووٹ کاسٹ کر چکی تھی-[8]

حال ہی میں آسٹریلیا کے شہر میلبرون میں خالصتان کے حق میں ریفرنڈم ہوا جس میں پچپن ہزار سے زائد سکھوں نے خالصتان کی آزادی کے حق میں ووٹ دیا- دوران ریفرنڈم سکھ خالصتان کے نعرے بلند کرتے رہے- اس سے قبل کینیڈا، برطانیہ، سوئٹزرلینڈ اور سات یورپی ممالک میں خالصتان ریفرنڈم کی ووٹنگ ہو چکی ہے-[9]

بھارت اور دیگر ممالک میں خالصتان تحریک کی حالیہ گرمجوشی:

گزشتہ سال اگست میں کسانوں کی احتجاجی تحریک کے بعد حالیہ دنوں میں دوبارہ نہ صرف بھارتی پنجاب اور دیگر ریاستوں میں جبکہ دنیا کے متعدد ممالک میں خالصتان کی تحریک شدت پکڑ رہی ہے- اس تحریک

میں شدت کا باعث خالصتان تحریک کی حامی جماعت ”وارث پنجاب دے“ کے سربراہ امرت پال سنگھ اور کارکنوں پر بھارتی پنجاب پولیس کا کریک ڈاؤن اور تشدد ہے- امرت پال سنگھ کے دو بیانات قابل ذکر ہیں جس میں وہ خالصتان تحریک کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

”اگر آر ایس ایس اور ہندو رہنما انڈیا میں ہندو راشٹر قائم کرنا چاہتے ہیں تو سکھ خالصتان کی تمنا کیوں نہیں کرسکتے؟“[10]

ایک اور بیان میں انہوں نے یہاں تک بھی کہا کہ:

”میں خود کو انڈین نہیں سمجھتا- میرے پاس جو پاسپورٹ ہے وہ مجھے ہندوستانی نہیں بناتا- یہ صرف ایک دستاویز ہے جس کے ساتھ سفر کرنا ہے“-[11]

یہ صرف امرت پال سنگھ کا بیان نہیں بلکہ بھارتی شدت پسندانہ اور جابرانہ پالیسیوں میں پسے ہوئے لاکھوں سکھوں کے دل کی آواز ہے- سکھ چاہے بھارت میں بستا ہو یا بیرون ممالک، وہ خالصتان کی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا ہے- اس کا عملی مظاہرہ اس وقت دیکھنے میں سامنے آیا جب حالیہ برطانیہ میں مقیم سکھوں نے لندن میں انڈین ہائی کمیشن کے

[8]5th phase of Khalistan referendum held in London
https://www.pakistantoday.com.pk/2021/12/06/5th-phase-of-khalistan-referendum-held-in-london/
[9]60,000 Australian Sikhs defy Modi in vote for Khalistan Referendum
https://tribune.com.pk/story/2398312/60000-australian-sikhs-defy-modi-in-vote-for-khalistan-referendum
[10]https://www.bbc.com/urdu/articles/crgej392j0po
[11]https://www.bbc.com/urdu/articles/cqe59qpre5do?at_medium=RSS&at_campaign=KARANGA

سامنے مظاہرہ کرتے ہوئے بھارتی سفارت خانے کی عمارت سے ترنگا اُتار کر خالصتان کا پرچم لہرا دیا۔[12]

اس دوران مظاہرین خالصتان تحریک کے حق میں نعرے بازی بھی کرتے رہے۔ تادم تحریر پنجاب میں خالصتان تحریک کے حامی سکھوں پر بھارتی پنجاب پولیس کا شدید کریک ڈاؤن اور ہائی الرٹ جاری ہے۔ چندی گڑھ سمیت کئی شہروں میں دفعہ 144 نافذ ہے۔ پولیس نے فیروز پور، فرید کوٹ، بٹالہ، ہوشیار پور، گرداس پور اور جالندھر سمیت کئی مقامات پر فلیگ مارچ کیا۔ بھارتی پنجاب حکومت نے موبائل انٹرنیٹ اور ایس ایم ایس سروس پر پابندی لگائی ہوئی ہے۔[13]

اختتامیہ:

طاقت کے زور پر سکھوں کے مذہبی مقدس مقام گولڈن ٹیمپل پر بھارت سیکورٹی فورسز کی چڑھائی سے نہ صرف بھارت جبکہ دنیا کے کونے کونے میں بسنے والے سکھوں کے دلوں میں ایک زخم اور درد موجود ہے اور سکھوں کے ساتھ بھارت کی غداری تصور کرتے ہیں۔ نہرو، گاندھی، پٹیل اور اندرا گاندھی کے بعد سکھوں کو فاشسٹ اور ہندوتوا نظریات کی حامل مودی سرکار کے ظلم و ستم سے ایک بار پھر اندازہ ہو گیا ہے کہ بھارت میں کس طرح انہیں تیسرے درجے کا شہری سمجھا جاتا ہے۔ جس کی واضح مثال کسانوں کی احتجاجی تحریک میں سامنے آنے والے واقعات ہیں۔

بی جے پی اور مودی سرکار کی حکومت نے بزرگ سکھوں، بچوں اور عورتوں پر لاٹھیاں برسا کر خالصتان تحریک کے لیے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ کسانوں کے احتجاج میں سکھ اداکار، کھلاڑی اور مختلف شعبہ زندگی کے افراد نے نہ صرف شرکت کی بلکہ سکھوں کی عملی مدد بھی کی۔ اس کے علاوہ سکھوں کو بھارتی مظالم کے خلاف بین الاقوامی سطح پر بھی کافی مدد حاصل ہوئی۔

اگرچہ گزشتہ سال بھارتی حکومت نے زرعی قوانین واپس تو لے لئے ہیں لیکن غیر منصفانہ پالیسیوں اور سکھوں پر ہونے والے مظالم نے ہمیشہ کے لیے سکھوں میں ایک جذبہ پیدا کیا جس سے خالصتان تحریک میں حالیہ شدت اور تیزی پیدا ہوئی۔ سکھوں کے احتجاج نے خالصتان تحریک میں نئی روح پھونک دی ہے۔ دنیا بھر کے سکھ، دیگر کمیونٹی کے پسے ہوئے طبقات اور کشمیری انسانی حقوق کے عالمی دن پر بھارت کا مکروہ چہرہ دنیا کے سامنے بے نقاب کرتے ہیں۔ خالصتان کی آزادی کے لیے دنیا بھر میں بڑی ریلیوں، جلسوں اور احتجاج کا سلسلہ جاری ہے۔ بیرونی ممالک برطانیہ، آسٹریلیا، کینیڈا، امریکہ اور دنیا کے متعدد ممالک میں الگ وطن خالصتان کے لیے سکھوں کا احتجاج ایک تحریک کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ وہاں آئے روز سکھ ریفرنڈم کے ذریعے خالصتان کے حق میں اپنا فیصلہ سنا رہے ہیں۔ بہت سے ماہرین سیاسیات و بین الاقوامی امور کے نزدیک یہ تحریک بھارت کی تباہی کا شاخسانہ ثابت ہو رہی ہے کیونکہ ظلم کی ایک حد ہوتی ہے اور جب ظلم حد سے تجاوز کر جائے تو ظالم اپنے انجام کو ضرور پہنچتا ہے۔ کئی ماہرین کے مطابق مستقبل قریب میں سکھوں کا یہ خواب "خالصتان" کے نام سے شرمندہ تعبیر ہوتا نظر آرہا ہے۔

☆☆☆

[12]Indian flag replaced with Khalistan flag at Indian High Commission in London
https://www.geo.tv/latest/477308-indian-flag-replaced-with-khalistan-flag-at-indian-high-commission-in-london
[13]https://www.forbes.com/sites/siladityaray/2023/03/20/indian-state-blocks-internet-and-text-messaging-for-27-million-residents-heres-why/

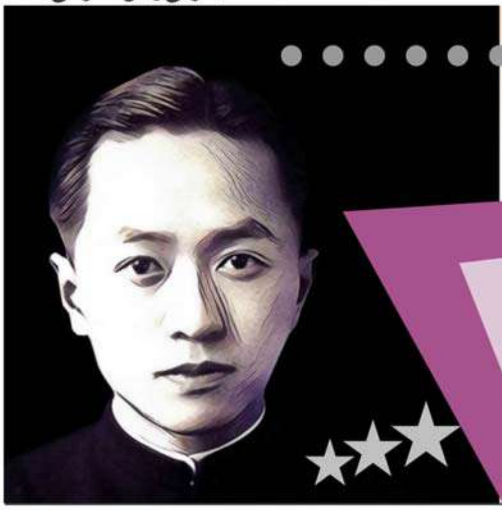

تقابلِ ادیان کے راہ رو

'توشی ہیکو ایزو تسو'

کی زندگی پر ایک نظر

حافظ محمد شہباز عزیز

دنیا میں فردِ واحد کی بقا اس کلیہ پہ محیط ہے کہ وہ ایسے کارنامے سر کر جائے جس کی وجہ سے اسے مرنے کے بعد بھی یاد رکھا جاسکے- تاریخ ایسے ناموں سے بھری پڑی ہے جنہوں نے اپنی ذات سے ایسے کام انجام دیئے ہیں کہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی انہیں بھلایا نہیں گیا- میدانِ علم و ہنر میں ایک ایسا ہی نام غیر اسلامی دنیا کے مفکر کا ہے جنہیں اپنی علمی خدمات کے باعث اسلامی دنیا میں بھی شہرت حاصل ہوئی- ہماری مراد جاپان سے تعلق رکھنے والے معروف اسکالر ”توشی ہیکو ایزُو تسو“ (Toshihiko Izutsu) ہیں جنہیں علمی دنیا اور بالخصوص تقابلِ ادیان میں اپنی مہارت کی وجہ سے یاد کیا جاتا ہے-

وہ اسلام، ہندو ادوَیت وَیدانتا، مہایان زین بدھ مت (بدھ مت کے دو بڑے مکاتب فکر ہیں- ہنایان اور مہایان- زین بدھ مت مہایان مکتب فکر کی ایک شاخ ہے جس میں مراقبہ کو کافی اہمیت حاصل ہے) اور فلسفیانہ تاؤازم کی مابعد الطبیعات، فلسفہ و حکمت کے افکار میں کمال گرفت رکھتے تھے- اُنہیں 30 سے زائد زبانوں پہ عبور حاصل تھا جن میں عربی، فارسی، سنسکرت، پالی، چینی، جاپانی، روسی اور یونانی زبانیں شامل ہیں- ان کی تحقیقات (اکثر سفری و ملاقاتی ادوار کے باعث) مشرق وسطیٰ (خاص طور پر ایران)، ہندوستان، یورپ، شمالی امریکہ جیسے علاقوں میں ہوئیں جو تقابلِ ادیان کے نہج میں مباحثِ مابعد الفلسفہ کی حیثیت رکھتی ہیں اور روایتی مابعد الطبیعیاتی متون کے لسانی مطالعہ کی بنیاد پر مبنی ہیں- وہ مشرقی روایات اور مذاہب جیسے کہ اسلام، تاؤ مت اور بدھ مت کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے اور بین المذاہب ہم آہنگی کے ساعی تھے- انہیں علومِ اسلامیہ کے معروف جاپانی غیر مسلم عالم کے طور پہ جانا جاتا ہے- جاپانی اور انگریزی میں 30 سے زائد علمی کام ان سے منسوب ہیں جو ان کی دقیق نظریاتی دلائل اور فکری انفرادیت کو واضح کرتے ہیں- توشی ہیکو ایزو تسو کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے پہلی بار براہ راست عربی زبان سے جاپانی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ مکمل کیا-[1]

ابتدائی زندگی:

پروفیسر ایزو تسو جاپان کے شہر ٹوکیو کے ایک امیر خاندان میں 4 مئی 1914ء کو پیدا ہوئے- ان کے والد ایک خطاط اور زین بدھ مت سے تعلق رکھتے تھے- کم عمری میں ہی زین بدھ مت کی روایات بالخصوص مخصوص مراقبے کے طریق سے روشناس ہوئے- اسکول کے دنوں میں اسلامی علوم میں ان کی دلچسپی پیدا ہوئی- جب اسکول میں عیسائیت کے زیرِ اثر انہیں اپنے آبائی مذہب پہ تنقید کا سامنا کرنا پڑا تو ان میں مذاہب کے متعلق جاننے کی فکر اور سمجھ نے جنم لیا- ابتداء میں وہ باقاعدگی سے ٹوکیو میں موجود مسجد اور ترک

[1] Japanese religion expert Toshihiko Izutsu under spotlight in "The Eastern." (2018, July 10). Tehran Times.

اسلامک سینٹر جایا کرتے تھے اور وہاں ترکی اور عربی زبان سیکھتے تھے- آغاز میں ممتاز مسلم اسکالر موسیٰ کار اللہ بگیف کے ساتھ انہوں نے صحیح مسلم سمیت دیگر کلاسیکی عربی متون اور شاعری پڑھی-[2]

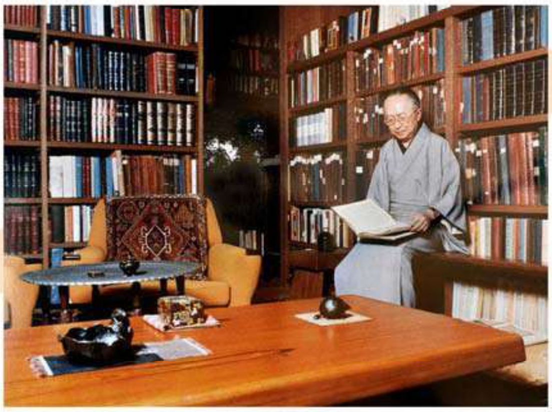

تعلیم و تدریس:

پروفیسر ایزوتسو شاعرانہ نظریات کے ادبی نقاد تھے، جون زِبَیرو نِشِیواکی کی شعری تخلیقات کو پڑھنا پسند کرتے تھے جو Keio یونیورسٹی کی فیکلٹی آف لیٹرز کے پروفیسر تھے- ان سے متاثر ہو کر ہی ایزوتسو نے 1931ء میں جامعہ میں داخلہ لیا- اولاً والد کے اصرار پر معاشیات پڑھی لیکن زبان و بیان اور شعر و ادب سے ذاتی دلچسپی کے غالب آنے کے باعث شعبہ انگریزی میں تبادلہ کروالیا-[3]

1942ء میں اسی یونیورسٹی کے انسٹیٹیوٹ برائے علومِ ثقافت و زبان میں مشرقی زبانوں کے ماہر کے طور پر کام کرنا شروع کیا- 1945ء میں شعبہ عربی کے سربراہ مقرر ہوئے اور 9 برس کے عرصے میں پروفیسر کے عہدے پر فائز ہوئے- 1959ء میں راک فیلر فیلو اسکالرشپ حاصل کر کے مصر اور لبنان میں رہے- 1962ء میں ولفریڈ سمتھ نے انہیں کینیڈا مدعو کیا جہاں انہوں نے 1969ء تک میک گل یونیورسٹی میں مہمان پروفیسر کے طور پہ خدمات انجام دیں- بعد ازیں انہیں وہاں کُل وقتی پروفیسر شپ سے نوازا گیا- 1972ء میں انہوں نے میک گل یونیورسٹی کی تہران برانچ میں تدریسی فرائض سر انجام دیئے- اس دوران ایزوتسو کی کئی نامور مغربی اور اسلامی مفکرین سے ملاقاتیں ہوئیں-

1979ء میں وہ جاپان واپس آگئے، کچھ عرصے بعد کے یو یونیورسٹی میں وہ بطور متقاعد پروفیسر (ریٹائر ہونے کے بعد اعزازی پروفیسر) کے خدمات انجام دیتے رہے- انہوں نے کئی مایہ ناز کتب تحریر کیں جو ان کی عالمی شناخت کا موجب ٹھہریں- 7 جنوری 1993ء کو اپنے گھر میں انہوں نے 79 سال کی عمر میں یہ فانی دنیا چھوڑی-

علمی خدمات:

ایزوتسو کو چونکہ بہت سی زبانوں پہ مہارت حاصل تھی جس کی بدولت انہیں مختلف ثقافتی اور لسانی پس منظر سے تعلق رکھنے والے مسلم مفکرین کے کاموں کو سمجھنے میں مدد ملی- اسلامی علوم میں ان کی دلچسپی قرآنی علوم، اسلامی فلسفہ، تصوف والٰہیات، ثقافت و تاریخ جیسے دقیق مضامین میں تھی- ان کی تحقیقات کی بنیاد "علم المعانی" پہ مبنی ہے جس میں الفاظ و بیان کے موقعِ استعمال اور معنوں کے درست و موزوں ہونے کے متعلق پڑھا جاتا ہے- ان کے تحریری کاموں کے اردو، ترکی، فارسی و دیگر زبانوں میں بھی تراجم کئے گئے- علوم القرآن سے متعلق ان کی گراں قدر خدمات درج ذیل ہیں[4]:

- The Structure of the Ethical Terms in the Quran: A Study in Semantics (Tokyo: Keio University)
- God and Man in the Koran: Semantics of the Koranic Weltanschauung (Tokyo: Keio Institute of Cultural and Linguistic Studies, 1964)

اس کتاب کا ترجمہ ترکی، فارسی اور عربی زبان میں ہوا-

- The Concept of Belief in Islamic Theology: A Semantic Analysis of Iman and Islam (Tokyo: Keio

[2]Toshihiko Izutsu, The Concept and Reality of Existence (Kyoto, 1972), Turkish translation as *Islamda Varlik Dusuncesi*, Insan Publications, Istanbul, Turkey, 1995 by Prof. Ibrahim Kalin.

[3]Toshihiko Izutsu: The Genius That Bridged East & West: Keio University. (28 May 2021) https://www.keio.ac.jp/en/keiotimes/features/2021/4/#:~:text=Under%20the%20instruction%20of%20his,subject%20and%20practiced%20zazen%20meditation.

[4]Ismail Albayrak, The Reception of Toshihiko Izutsu's Qur'anic Studies in the Muslim World: With Special Reference to Turkish Qur'anic Scholarship pp. 74-75 Journal of Quranic Studies, Australian Catholic University, Melbourne.

Institute of Cultural and Linguistic Studies, 1966)

اس کتاب کا ترجمہ ترکی اور فارسی زبان میں ہوا-

- ❖ Ethico-religious Concepts in the Quran (Montreal: McGill University Press, 1966)

اس کتاب کا ترجمہ ترکی، فارسی اور عربی زبانوں میں ہوا- 2004ء میں لاہور کے ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ نے اس کتاب کا اردو ترجمہ شائع کیا-

- ❖ 'Revelation as a Linguistic Concept in Islam'. – English

یہ مقالہ 1962ء میں انگریزی زبان میں Studies in Medieval Thought میں شائع ہوا-

- ❖ Revelation and Reason in Islam.
- ❖ Muhammad and the Qur'an.
- ❖ The Qur'an and Arabian Nights.
- ❖ Reading the Qur'an.

درج بالا چار مقالہ جات جاپانی زبان میں شائع ہوئے لیکن پروفیسر ایزوتسو کا سب سے اہم کام قرآن مجید فرقان حمید کا باضابطہ طور پہ عربی سے جاپانی زبان میں ترجمہ ہے جو تین جلدوں پہ محیط ہے:

- ❖ Three-volume translation of the Qur'an.

ایزوتسو کے علم المعانی پہ مبنی کام کا جائزہ:

ناقدین کے مطابق بنیادی طور پر 'قرآنی علوم' تفاسیر و ادبی سوانح پر بہت زیادہ انحصار کرتے ہیں جبکہ ایزوتسو کے تحقیقی کام نے قرآنی علوم میں ایک بالکل نئی جہت کھول دی- انہوں نے ویزگربر ویلٹنشوئنگ معنوی ماڈل (Weisgerber's semantic Weltanschauung) سے قرآن کے معنوی تجزیے و ترجمہ کا کام سرانجام دیا- انہوں نے قرآن مجید کے متن میں کلیدی اصطلاحات (جیسے عالمِ غیب اور عالمِ شہادہ، دنیا اور آخرت وغیرہ) کے باہمی ربط کا تجزیہ کیا- اس طرح کے کام کے لئے قرآنی تفاسیر یا دیگر متعلقہ مصادر کی کھپت کی ضرورت نہیں ہوتی- البتہ معنویت کے اعتبار سے حقیقت کے متعلق قرآن کا لسانی نظریہ داخلی طور پر مربوط ہے لیکن ثقافتی اور تاریخی طور پر مشروط ہے- قرآن کے بنیادی تصورات پر انہوں نے اپنی دو کتب میں معنوی نظریہ کو بیان کیا ہے- پہلی کتاب God and Man in the Qur'an اور دوسری Ethico-Religious Concepts in the Qur'an کے عنوان سے شائع ہوئی-[5]

ملائشیا سے تعلق رکھنے والے اسکالر حسین عثمان کا کہنا ہے کہ ایزوتسو خود کو نام نہاد مستشرقین کی روایت سے دور رکھنے میں کامیاب رہے ہیں جو مغرب میں اسلامی علوم پر طویل عرصے سے حاوی تھے- بہت سے مسلمان علماء کا ماننا ہے کہ پروفیسر ایزوتسو نے قرآنی علوم کے بارے میں مغربی ماہرینِ اسلام کے نقطہ نظر کو تبدیل کیا ہے-[6]

تصوف اور توشی ہیکو ایزوتسو:

جس طرح ایزوتسو نے ایشیائی مذاہب کے مابین تقابلی مطالعے کئے ان مطالعات سے مذاہب کی مشترکہ اقدار اور میراث کو ڈھونڈنے کی سعی کی، وسیع سطح پہ مذہب کی ضرورت تلاش کی اور مذہبی ہم آہنگی کیلئے مؤثر و پُر امن مکالمے کی راہیں ہموار کیں- اسی طرح مذاہب کے فلسفیانہ تناظر پہ بھی انہوں نے تخصیصی تقابلی مطالعہ کیا کہ کس طرح مذہب کی فلسفیانہ جہت سے مذاہب کے مابین مکالمہ کیا جاسکتا ہے، اسی طرح بچپن سے بدھ مت کے مکتبِ فکر زین مت کی تفہیم و مشق کو اپنانے والے پروفیسر ایزوتسو نے مذاہب کی روحانیاتی جہت سے بھی تقابلی مطالعے کئے اور مذاہب کی مشترکہ روحانی اقدار کو بین المذاہب ہم آہنگی اور مکالمہ کے ذریعے کے طور پہ پیش کیا- پروفیسر ایزوتسو نے اسلامی تصوف اور تاؤازم) چینی فلسفی لاؤتازے کا مذہبی نظام

[5]Solihu, Abdul Kabir. (2009). Semantics of the Qur'anic Weltanschauung: A Critical Analysis of Toshihiko Izutsu's Works. American Journal of Islam and Society. 26. 1-23. 10.35632/ajis.v26i4.387.

[6]**Hussain Othman** (2010), "Unveiling the Concept of Man and Universe in the Classical Malay Historical Texts Using Izutsu's Approach", in Japanese Contribution to Islamic Studies: The Legacy of Toshihiko Izutsu Interpreted, published by Japan Foundation and IIUM Press, pp. 277-292. ISBN 978-967-5272-63-9.

(Daoism) کا تقابلی جائزہ پیش کیا ہے- اپنی کتاب بعنوان Sufism and Daoism, A comparative study of Key Philosophical Concepts میں انہوں نے شیخ اکبر محی الدین ابن العربی علیہ الرحمہ اور دو چینی فلسفی شانگ زُو (Chuang-Tzu) اور لاؤزو (Lau Tzu) کے نظریاتی افکار کے مابین ہم آہنگی کی وضاحت کی ہے-انہوں نے تصوف اور تاؤ ازم کے مابعد الطبیعیاتی اور فکری نظام کا موازنہ کیا اور دریافت کیا کہ اگرچہ تاریخی طور پر ان دونوں کا کوئی تعلق نہیں ہے لیکن ان دونوں میں ایسی خصوصیات اور نمونے مشترک ہیں جو بین التاریخی مکالمے کے لیے نتیجہ خیز ثابت ہوتے ہیں- جیسے ایک جگہ وہ لکھتے ہیں کہ ابن العربی نے جو فنائیت (self annihilation مقام فنا) کا تصور پیش کیا ہے، شانگ زُونے بھی سو وانگ (tso wang

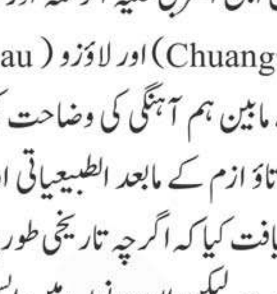

مراقبہ کی ایسی تکنیک ہے جس میں ذہن کو تمام تر رفاقتوں اور رقابتوں سے آزاد کر کے تنہا کیا جاتا ہے) کا یہی تصور پیش کیا ہے-وہ مزید لکھتے ہیں کہ تاؤ ازم اور تصوف دونوں میں باطنی و عقلی پاکی (طہارت) سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو تمام خواہشات اور عقل کی نکتہ چینی سے پاک کر لے-اسی طرح فنا و بقا سمیت کئی دیگر پہلوؤں میں انہوں نے مشترک اقدار کو تلاشنے کی سعی کی-[7]

پروفیسر ایزوتسو مشرقی فلسفہ سے وابستہ تھے-اپنے تحقیقی امور میں انہوں نے ابن العربی کی عارفانہ پرواز اور فلسفیانہ وسعت کا بتکرار اعتراف کیا اور اپنی بیشتر تحقیقات میں شیخ ابن العربی کے نظریہ سے استفادہ کیا-انہوں نے اپنے فلسفیانہ کام میں جو نظریاتی اساس کی پیش رفت کی ہے وہ ابن العربی کا فلسفہ ہے جس کے ذریعے انہوں نے فلسفہ تصوف کو سمجھا اور اسے بطور فریم ورک کے اپنے ہاں استعمال کیا-[8]

علمِ تصوف پہ ان کے مقالات کا مجموعہ بعنوان Creation and the Timeless Order of Things: A study in the Mystical Philosophy شائع ہوا- انہوں نے ایران کے معروف فلسفی ملا ہادی سبزواری کے فلسفہ پہ اپنی کتاب بنام "بنیادِ حکمتِ سبزواری" کے نام سے شائع کی- اس کے علاوہ بھی وہ مذہبی تحقیق کے کئی شعبوں میں تحقیقی کاموں کو قلم رنجہ کر گئے-

حرفِ آخر:

پروفیسر ایزوتسو گو کہ اپنے مذہب پہ قائم رہے، اسلام اور اسلامی متون کے بارے ان کی تشریحات سے علمی اختلافات اپنی جگہ موجود ہیں، لیکن ان کی اسلام کی ادبی، فلسفیانہ، مابعد الطبیعاتی، لسانی، تاریخی اور تہذیبی جہات پر گراں قدر تحقیقات خصوصاً قرآن مجید کا جاپانی زبان میں ترجمہ کرنے کے باعث وہ ایک منفرد شناخت رکھتے ہیں- ان کی

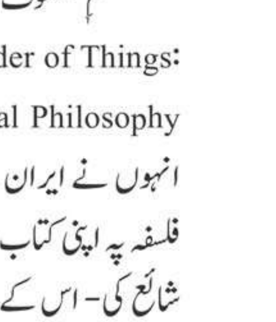

زندگی علم دوستی، تحقیق اور تلاشِ علم کے لئے اَسفار میں گزری-وہ صدی جس میں مغرب سے "تہذیبی تصادم" کی صدا بلند کی گئی اسی صدی میں پروفیسر ایزوتسو جیسے لوگوں نے مذہبی اور تہذیبی ہم آہنگی اور مکالمہ کی اہمیّت کو اُجاگر کیا- پروفیسر ایزوتسو کو بیسویں صدی کے ان نمایاں ماہرینِ ادیان میں مانا جاتا ہے جن کی تحقیقات کی بدولت جامعاتی و کلیاتی سطح پہ مذہب کے بارے کثیر الشعبہ جاتی تحقیقی نقطہ نظر (multidisciplinary approach) کو فروغ ملا-

☆☆☆

[7]Hygeia, N. F. (2023, January 18). *Toshihiko Izutsu: From 'Sufism & Taoism' – The Inner Transformation of Man*. Via Hygeia. https://via-hygeia.art/toshihiko-izutsu-from-sufism-taoism-the-inner-transformation-of-man/

[8]Sawai, Makoto. (2022). From Mysticism to Philosophy: Toshihiko Izutsu and Sufism. Üsküdar Üniversitesi Tasavvuf Araştırmaları Enstitüsü Dergisi. 1. 112-121. 10.32739/ustad.2022.2.31.

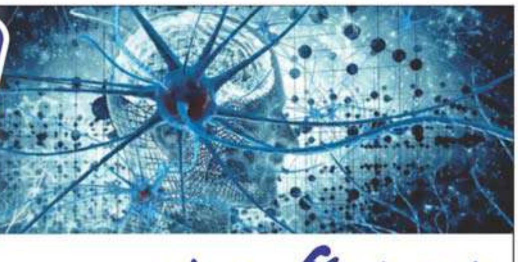

مصنوعی ذہانت اور عقلِ انسانی کے قرآنی معیار

سید عزیز اللہ شاہ ایڈووکیٹ
اظہر احمد

مصنوعی ذہانت کی حقیقت:

آج سے تین دہائی قبل عام آدمی یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ دنیا جہان کی معلومات و ترسیلات کا بنیادی ذریعہ اس کے پاس موبائل، انٹرنیٹ یا ڈیجیٹل میڈیا کی صورت میں ہوگا- لمحے بھر میں شرق سے غرب میں رابطے استوار کرنا ممکن ہوگا- لیکن 1960ء کی دہائی کی ابتداء میں سماجی سائنسدان مارشل مکلوہن نے ایک نظریہ پیش کیا تھا کہ دنیا ٹیکنالوجی اور ترسیلات کی بدولت ایک عالمی گاؤں بن جائے گی-[1] عالم تو یہ ہے کہ جدید ٹیکنالوجی جیسے کہ metaاور virtual reality میں انسان حقیقت اور فریب میں تمیز کرنے سے قاصر ہے- مردہ لوگوں کو دوبارہ دیکھنا اور sensory tech کی مدد سے محسوس کرنا دنیا کو ایک الگ نہج پہ پہنچا چکا ہے-[2]

مکلوہن نے کہا تھا کہ برقیاتی دور میں ہر عضو کی کوئی نہ کوئی توسیع (extension) موجود ہوگی جو اس کی ترقی میں معاونت کرے گی- جیسے پیروں کیلئے پہیے توسیع کے زمرے میں آتے ہیں- اسی طرح انسانی خواہشات اور تسکین کی extension سوشل میڈیا اور مصنوعی ذہانت (Artificial Intelligence) کی صورت میں موجود ہے- مصنوعی ذہانت کو اس صدی کی سب سے عمدہ ایجاد سمجھا جا رہا ہے- اس نے زندگی کے مختلف شعبوں میں کام کی رفتار کو بڑھایا ہے بلکہ اسکی مدد سے کام کرنے میں آسانی بھی پیدا ہو رہی ہے-

تاریخ گواہ ہے کہ انسان نے اپنے تخیل میں ایک نئی کائنات کو جنم دیا جس میں وہ ایک ایسی چیز کا موجد ٹھہرا جو انسانی دماغ کی طرح پیچیدہ معلومات کو پراسیس (process) کر سکنے کی صلاحیت رکھتی ہے- الغرض! کہانیوں کی صورت میں اس کی طرزِ نقاشی دیومالائی کرداروں کی شکل میں بیان ہوتی آئی ہے- انسان کا یہ تخیل ایک طویل عرصے بعد عملاً کمپیوٹر کی صورت میں سامنے آیا- وقتاً فوقتاً روبوٹک سائنسز کی ترقی کے بعد صنعتوں میں انسانوں کی جگہ مشینیں آن پہنچی ہیں جو انسان کی بہ نسبت زیادہ کام قلیل وقت میں سرانجام دیتی ہیں- البتہ یہ مشینیں انسان کی طرح سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے عاری تھیں- پھر تحقیقات کے طویل عرصے بعد کمپیوٹر سائنس کی دنیا میں ہارڈوئیر اور سافٹ وئیر کے میلاپ سے ایک ایسی ٹیکنالوجی کو بنایا گیا جسے مصنوعی ذہانت (Artificial Intelligence) کا نام دیا گیا جس کا مخفف AI ہے- ان تحقیقات میں قابلِ ذکر تحقیق ٹیورنگ ٹیسٹ (Turing Test) ہے جو اس بنا پر سرانجام دیا گیا کہ ”کیا مشینیں سوچ سکتی ہیں؟“ اس میں ایک شخص نے کمپیوٹر اور انسان سے جوابات حاصل کئے جبکہ کمپیوٹر اور انسان دونوں کو علیحدہ کمرے میں رکھا گیا اور سوالی کو بے خبر رکھا گیا کہ کون کمپیوٹر ہے اور کون انسان- اس ٹیسٹ کو بارہا دہرایا گیا اور نتیجتاً کمپیوٹر کے درست جوابات اس کی ذہانت کے ثبوت کے طور پہ ظاہر ہوئے-[3] اوکسفورڈ لغت کے مطابق مصنوعی ذہانت کی تعریف یہ ہے:

---

[1]https://study.com/academy/lesson/marshall-mcluhan-the-global-village-concept.html

[2]Wang, Q. J., et, al. (2021). Getting started with virtual reality for sensory and consumer science: Current practices and future perspectives. *Food Research International*, 145, 110410. https://doi.org/10.1016/j.foodres.2021.110410

[3]https://www.ibm.com/topics/artificial-intelligence

"مصنوعی ذہانت ایک ایسا تکنیکی نظام ہے جو معطیات (Data) سے حاصل کردہ ہدایات کے مطابق عمل کرتا ہے اور موجودہ معطیات سے سیکھنے کی اہلیت بھی رکھتا ہے"-[4]

یہ تکنیک فراہم کردہ معطیات کا جائزہ لے کر خودکار طریقے سے کامیابی کے امکانات میں اضافے کی کوشش کرتی ہے-یہ کمپیوٹر سسٹم انسانی ذہانت والے کاموں کو انجام دینے کے قابل ہے - جیسے بصری ادراک، تقریر کی شناخت، فیصلہ سازی اور زبانوں کے مابین ترجمہ کرنا وغیرہ- یہ سسٹم ڈیٹا بائٹس کے ذریعے کام کرتا ہے- نیز معلوم ہوا کہ جس طرح انسانی دماغ مختلف معطیات و مشاہدات سے علم حاصل کرتا ہے اسی طرح مصنوعی ذہانت بھی اپنے معطیات (Data) کے علم کے ذریعے سیکھتی ہے-

اسے سادہ انداز میں سمجھنے کیلئے 2015ء میں کئے گئے گوگل مقابلے کا جائزہ لیتے ہیں جسے چین کے قدیم ترین کھیل گو کے ماہرین اور الفا گو مشین (Alpha Go Machine) کے درمیان کیا گیا- یہ کھیل شطرنج کی طرح لگتا ہے- اس کھیل میں استعمال ہونے والے بورڈ کی جسامت جوں جوں بڑھائی جاتی ہے، اس کی چالوں کی تعداد اربوں کھربوں تک جا سکتی ہے- الفا گو مشین کو گوگل کے مصنوعی ذہانت کے پروگرام ڈِیپ مائنڈ سے تیار کیا گیا تھا جس میں "گو" کھیل کی کروڑہا چالوں کے معطیات کا اندراج کیا گیا تھا- اس کھیل میں پہلی دفعہ ایسا ہوا کہ مشینی ذہانت نے انسانی ذہانت کو شکست دے دی-[5] واضح رہے کہ عصرِ حاضر میں AI کو عوامی سطح پر بھی خاصہ مقبولیت حاصل ہوتی جا رہی ہے- ایپل کے آلات میں مصنوعی ذہانت والی سِیری، ایمازون کی الیکسا، آئی بی ایم کا واٹسن اور خود مختار گاڑیاں ہمارے ارد گرد کی عام مثالیں ہیں- حال ہی میں مصنوعی ذہانت کے تحت Chat GPT کا فیچر متعارف کروایا گیا ہے جس کے تحت مضمون نویسی، مصوری، خیالی کردار سے مقالہ اور دیگر آپشنز دستیاب کئے گئے ہیں- سوال یہ ہے کہ یہ مصنوعی ذہانت کا ابتدائی مرحلہ ہے- مستقبل میں یہ مزید کس طرف جائے گا؟ اور غیر حقیقی کو حقیقت کے روپ میں کس قدر پیش کر سکے گا؟ اور اس کی انتہا کیا ہو گی؟

[4]https://www.oxfordlearnersdictionaries.com/definition/english/artificial-intelligence

[5]Silver, D. et, al. (2016). Mastering the game of Go with deep neural networks and tree search. Nature, https://doi.org/10.1038/nature16961

عقلِ انسانی کی صلاحیت:

انسانی دماغ میں ایک ارب نیورون نامی خلیات ہوتے ہیں اور ہر نیورون دوسرے سے چار ہزار روابط کا سلسلہ قائم رکھتا ہے-[6] دماغ کے باطن کو عقل کہا جاتا ہے اور اہلِ علم کے نزدیک عقل دو قسم پہ مبنی ہوتی ہے- عقلِ جز اور عقلِ کل- یہ ایک طویل بحث ہے کہ ایسے کون سے عناصر ہیں جو عقل کی معراج میں موجب ٹھہرتے ہیں- انسان نے اپنی عقل کے استعمال سے خورد اشیاء سے لے کر وسیع کائنات کی تسخیر کرنا شروع کی- سمندر کی تہوں سے لے کر کائنات میں پھیلے سیاروں اور ستاروں کے بارے میں جانا،

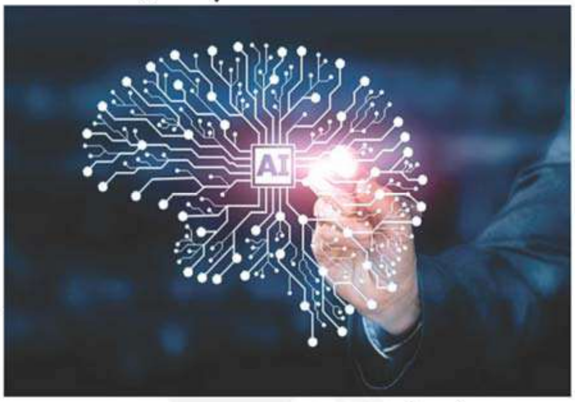

خلیہ سے لے کر ایٹم کی ساخت اور اس کے بھی اندر موجود دنیا کو جان لیا ہے- البتہ انسانی عقل اب بھی قدرت کے رازوں کو سمجھنے میں عاجز ہی ہے- کائنات کے جتنے حصے کو اب تلک تسخیر کیا گیا ہے وہ گو کہ کل کا محض مختصر ہے- لیکن عقلِ انسانی کے کارناموں کی کمال مثالیں ہمارے پاس موجود ہیں مثلاً ساڑھے چار ہزار سال قبل اہرامِ مصر کی تعمیر ہوش ربا سائنسی ڈھانچوں اور جدت آمیز کاری گری کو اپناتے ہوئے کیونکر ممکن ہو سکی ہو گی، آج بھی اس کے سراغ کی تلاش جاری ہے- اس بات میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ یہ سب کچھ انسان کی عقلی صلاحیت کی بنیاد پہ ہی ممکن ہو سکا ہے-

[6]https://neurotray.com/how-much-does-my-brain-weigh

عقلِ انسانی اور قرآن کے متعین کردہ معیارات:

قرآن مجید رہتی دنیا تک کے انسانوں کے لئے ہدایت کا ذریعہ بن کر نازل ہوا- اس آخری مقدس کتاب میں غور و خوض کرنے والوں کے لئے رہنمائی کا سامان رکھ دیا گیا ہے- جو معیار قرآن نے مہیا کیا وہ جستجو، فہم، ادراک اور مشاہدہ پر مبنی ہے جس کے باعث انسان اپنے باطن اور اس وسیع و عریض کائنات کی تسخیر کر سکتا ہے- انسان ظاہری جسم، عقل اور روح کے مجموعے کو کہتے ہیں- انسان اپنے شعور اور تدبر و تفکر کے باعث دیگر مخلوقات سے ممتاز ٹھہرتا ہے کہ یہ عقل اسے بارگاہِ الٰہی تک پہنچانے کا ذریعہ بھی ہے- عقل کی بدولت علم کا حصول ممکن ہو سکتا ہے کیونکہ یہ افہام و تفہیم کا کام سرانجام دیتی ہے اور ظاہر میں موجود باطن کا ادراک ممکن بناتی ہے- انسان کو اللہ تعالیٰ نے علم سے نوازا- نسلِ انسانی کا آغاز حضرت آدم (علیہ السلام) سے ہوا اور آپ (علیہ السلام) کے بارے میں قرآن کریم میں ارشاد ہوا:

"وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا"[7]

"اور اللہ نے آدم (علیہ السلام) کو کل اسماء کا علم سکھا دیا"-

اللہ تعالیٰ نے انبیاء (علیہم السلام) کو مختلف علوم عطا فرمائے جیسے کہ حضرت نوح (علیہ السلام) کو کشتی کا علم دیا- حضرت داؤد (علیہ السلام) کو لوہے کی ایجادات پہ قدرت عطا کی- حضرت سلیمان (علیہ السلام) کو پرندوں کی بولی سمجھائی، جنوں پر حکمرانی عطا فرمائی- حضرت خضر (علیہ السلام) کو باطن کا علم عطا کیا- نیز عقل، علم اور حلم کی عطا سے ترقی اور بہتری کا سامان ہوتا چلا آیا اور حضور خاتم النبیین (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذات پاک پہ تمام علوم قرآن مجید کی صورت میں مکمل فرما دیئے گئے- انسان نے اپنی عقل کی بنا پر جن علوم و فنون کو ایجاد و اختراع کیا وہ تمام شواہدات بہر صورت قرآن و حدیث کی روشنی میں بھی ملتے ہیں- مسلم سائنسدانوں کی طویل فہرست موجود ہے جنہوں نے قرآن میں غوطہ زن ہو کر ایسے ایسے کارنامے پیش کئے جنہیں عصرِ حاضر کے علوم و فنون کی ابتداء یا بنیاد بھی سمجھا جاتا ہے- ابنِ سینا نے طب میں نام کمایا، محمد ابن موسیٰ الخوارزمی کی تخلیقات نے ہندی عربی اعداد اور الجبراء کے تصورات کو یورپی ریاضی میں متعارف کرایا، عمر خیام ایک شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ ریاضی دان، ماہر فلکیات اور شمسی کیلنڈر کے بانی بھی تھے، ثابت بن قرۃ بطلیمی نظام کے پہلے مصلح اور جامدات (statistics) کے بانی ہیں، حکیم محمد ابو بکر محمد بن زکریا الرازی تاریخ کے عظیم ترین طبیبوں میں سے ایک تھے، کیمیاء اور دھات کاری میں جابر بن حیان کا نام سرِ فہرست آتا ہے، حسن بن ہیثم کو آپٹکس کے اصولوں اور سائنسی تجربات کے استعمال میں کی گئیں اہم خدمات کے لئے جانا جاتا ہے- ابنِ خلدون کو جدید تاریخ نویسی، سماجیات اور معاشیات کے پیش روؤں میں سے ایک سمجھا جاتا ہے- علامہ ابن العربی نے ایک انوکھا کائناتی نمونہ تیار کیا جو ہمارے مشاہدات کے ساتھ ساتھ طبیعیات اور کائنات میں بہت سے مظاہر کی وضاحت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے-

اسی طرح ایسے سینکڑوں ہزاروں نام موجود ہیں جو آج بھی اپنے اپنے متعلقہ شعبہ جات میں جانے جاتے ہیں- اس پورے مقدمے کی بنیاد عقل کے استعمال پہ محیط ہے اور عقلِ انسانی کا معیار قرآن مجید نے تدبر اور تفکر پہ ہی استوار کیا ہے- ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ"[8]

"بیشک ہم نے تمہاری طرف ایسی کتاب نازل فرمائی ہے جس میں تمہاری نصیحت (کا سامان) ہے، کیا تم عقل نہیں رکھتے"-

عقل والوں کو قرآن مجید میں 60 سے زائد مقامات پر مخاطب کیا گیا ہے اور انہیں کائنات میں غور و فکر کرنے کی ترغیب دلائی گئی- ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

[7](البقرۃ:31)

[8](الانبیاء:10)

"اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَالنَّهَارِ وَالۡفُلۡكِ الَّتِیۡ تَجۡرِیۡ فِی الۡبَحۡرِ بِمَا یَنۡفَعُ النَّاسَ وَمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ مَّآءٍ فَاَحۡیَا بِهِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا وَبَثَّ فِیۡهَا مِنۡ كُلِّ دَآبَّةٍ ۖ وَّتَصۡرِیۡفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الۡمُسَخَّرِ بَیۡنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ"[9]

"بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں، رات اور دن کے فرق میں، کشتی جو سمندر میں لوگوں کے نفع کے واسطے چلتی ہے، اللہ تعالیٰ کا آسمان سے پانی نازل کرنا جو مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے، ہر قسم کے جانوروں کا زمین میں پھیلا دینا، ہواؤں کا چلانا اور بادلوں کا آسمان و زمین کے درمیان معلق کر دینا، یہ سب نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو عقل رکھتے ہیں"۔

زیرِ غور مقالہ کے مقدمہ میں جہاں تفصیل سے مصنوعی ذہانت کی بات کی گئی اور اس کے حیران کن کارناموں کا تجزیہ کیا گیا، اس سے یہ اندازہ لگانا محال نہیں ہے کہ یہ جدید ٹیکنالوجی مستقبل میں انسانوں کے لئے کن کن مشکلات کا باعث بھی بن کر ابھر سکتی ہے- حال ہی میں اس ٹیکنالوجی کی مدد سے یہ ممکن پایا ہے کہ انسان کمپیوٹر میں شامل کردہ (data feed) کسی بھی تحریر کو معروف شخصیات کی آواز میں بلوا سکتا ہے- ویڈیوز میں انسان کے اوتار میں virtual reality کے تناظر میں کچھ بھی بلوایا اور کروایا جا سکتا ہے- اس عمل کا جہاں مثبت انداز میں کام لیا جا سکتا ہے وہیں اس کے منفی پہلو بھی دنیا کی نظر سے اوجھل نہیں ہیں- جیسے پاس ورڈ ہیکنگ، آواز اور لہجے کی نقل وغیرہ-[10] ماہرین اور اس شعبہ سے تعلق رکھنے والے بخوبی واقفیت رکھتے ہیں کہ مصنوعی ذہانت کسی کے لئے کس حد تک تکلیف یا نقصان کا باعث بن سکتی ہے- اس موضوع پہ سائنس فکشن میں ہزاروں ناول لکھے گئے ہیں کہ کس طرح آرٹیفیشل انٹیلی جنس کے ہاتھوں مستقبل میں انسانوں کو ضرر پہنچ سکتا ہے- یووال نوح ہراری کی کتاب "Sapeins" دنیا میں بہت زیادہ فروخت ہوئی، اس میں بھی ہراری کا مقدمہ یہی تھا کہ روبوٹس اور مصنوعی ذہانت بنی نوعِ بشر کو غلام بنالیں گے یا کرۂ ارضی سے مکمل طور پہ ختم کر دیں گے جیسے کہ ہماری نوع سے قبل کی انواع نیست و نابود ہوئی ہیں- ایک ناول سٹوری کی حد تک تو یہ باتیں خائف کرنے والی نہیں ہیں لیکن اگر انہیں سنجیدہ مستقبل بینی کے ساتھ اس قدر متوقع سمجھا جا رہا ہے تو یہ انسانوں کے لئے ایک ہنگامی صورتحال بھی ہو سکتی ہے-

اگر اس سارے پسِ منظر میں قرآن مجید میں غور و تدبر کیا جائے تو کوئی ابہام نہیں رہ جاتا کہ قرآن مجید میں انسانی جان اور اس کے تحفظ کو بے پناہ اہمیت دی گئی ہے- ذیل میں ہم اس کی چند ایک مثالیں دیکھ سکتے ہیں-

سورۃ الانعام میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"قُلۡ لَّاۤ اَجِدُ فِیۡ مَاۤ اُوۡحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطۡعَمُهٗۤ اِلَّاۤ اَنۡ یَّكُوۡنَ مَیۡتَةً اَوۡ دَمًا مَّسۡفُوۡحًا اَوۡ لَحۡمَ خِنۡزِیۡرٍ فَاِنَّهٗ رِجۡسٌ اَوۡ فِسۡقًا اُهِلَّ لِغَیۡرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضۡطُرَّ غَیۡرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ"[11]

"آپ کہیے کہ میری طرف جو وحی کی گئی ہے میں اس میں کسی کھانے والے پر ان چیزوں کے سوا اور کوئی چیز حرام نہیں پاتا، وہ مردار ہو یا بہتا ہوا خون ہو، یا خنزیر کا گوشت ہو کیونکہ وہ نجس ہے یا بہ طور نافرمانی کے اس پر (ذبح کے وقت) غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو، پھر جو شخص (بھوک کے باعث) سخت مجبور ہو جائے اور نہ وہ سرکشی کرنے والا ہو نہ حد سے بڑھنے والا ہو تو بیشک آپ کا رب بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے"۔

ان آیات کی تفسیر میں برصغیر پاک و ہند کے عظیم مفسر اور محدث علامہ غلام رسول سعیدی (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں کہ:

"جان کو بچانا اور صحت کو قائم رکھنا فرض ہے اور یہ فرض باقی تمام فرائض پر مقدم ہے، خواہ جان بچانا اور مرض سے

[9](البقرہ:164)

[10]https://www.youtube.com/watch?v=62J2A5G3ItI

[11](الانعام:145)

محفوظ رکھنا کسی ظنی امر پر موقوف ہو، اُس کیلئے فرض قطعی کو ترک کر دیا جائے گا- قرآن مجید میں ہے:

"وَلَا تَقۡتُلُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمۡ رَحِيۡمًا"[12]

"اور اپنی جانیں قتل نہ کرو- بے شک اللہ تم پر مہربان ہے"-

"وَلَا تُلۡقُوۡا بِاَيۡدِيۡكُمۡ اِلَى التَّهۡلُكَةِ"[13]

"اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو"-

رمضان میں روزہ رکھنا فرض قطعی ہے، لیکن اگر روزہ رکھنے سے بیمار پڑنے یا مرض بڑھنے کا خدشہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے رمضان کا روزہ نہ رکھنے اور بعد میں اس کو قضاء کرنے کا حکم دیا ہے:

"فَمَنۡ شَهِدَ مِنۡكُمُ الشَّهۡرَ فَلۡيَصُمۡهُ ؕ وَمَنۡ كَانَ مَرِيۡضًا اَوۡ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنۡ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ يُرِيۡدُ اللّٰهُ بِكُمُ الۡيُسۡرَ وَلَا يُرِيۡدُ بِكُمُ الۡعُسۡرَ وَلِتُكۡمِلُوا الۡعِدَّةَ"[14]

"تم میں جو کوئی یہ مہینہ پائے ضرور اس کے روزے رکھے اور جو بیمار یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا اور اس لئے کہ تم گنتی پوری کرو"-

روزہ رکھنے سے بیماری لاحق ہونا، یا بیماری کا بڑھنا، اسی طرح سفر سے مشقت کا لاحق ہونا ایک امر ظنی ہے لیکن اس ظنی امر کی وجہ سے فرض قطعی کو ترک کرنے کا حکم دیا ہے- اس سے واضح ہو گیا کہ زندگی اور صحت کی حفاظت کرنے کا حکم باقی تمام فرائض پر مقدم ہے اور اگر کوئی شخص روزہ رکھنے کے حکم پر عمل کرنے کو صحت کی حفاظت پر مقدم کرے اور سفر کی مشقت برداشت کر کے روزہ رکھے تو وہ گناہگار ہو گا-

ان امور سے اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ انسان کی حفاظت ہر چیز پر مقدم ہو جاتی ہے، انسان کی اپنی ایجادات اسکے لئے خطرہ بھی بن کر ابھرتی رہی ہیں- وہ تمام ہتھیار جن سے عالمی جنگیں لڑی گئیں اور آج بھی بے حساب معصوم جانوں کے نقصان کا ذریعہ بن رہے ہیں، انکا مقصد حفاظت تھا لیکن اسے دوسرے پیرائے میں استعمال کیا جائے تو وہ دہشت کا ذریعہ بن جاتے ہیں- یہ تمام معاملات قرآنی نقطۂ نظر سے ہمارے لئے غور و فکر کے دروازے کھولتے ہیں کہ انسان کیلئے محفوظ مستقبل کی تلاش میں مصنوعی ذہانت کے غلط استعمال پہ بھی غور کیا جائے- کیونکہ اس سے پہلے کی کوئی ٹیکنالوجی خود کار یا ذہین نہیں تھی لیکن مصنوعی ذہانت از خود نت نئے طریقے اور چیزیں سیکھ سکتی ہے-

انسانی عقل اگر نفس کے تابع ہو جائے تو یہ شیطانی محرکات کا مرکز بن جاتی ہے اور خدا سے دوری کا سبب بن سکتی ہے- یہی وجہ ہے کہ محض عقل کو بنیاد بنا کر حاصل کردہ کامیاب نتائج پہ بعض لوگوں نے خالقِ کائنات کی ذات کا بھی انکار کیا- جبکہ عقل اگر ظاہری حسیات کے ساتھ الہام و مشاہدہ سے بھی متصل رہے تو یہ انسان کو اس کے خالق کے قریب بھی کر دیتی ہے- مصنوعی ذہانت جس طرح خود کار جوابات اور

لوگوں کے احساسات و جذبات کو سمجھنے لگی ہے، کچھ بعید نہیں کہ مستقبل میں اس کے منفی استعمال سے لامحدود جھڑپوں کا فروغ بھی ہو سکتا ہے اور وہ بھی ایسے مسائل پر جو فی الحال صرف سائنس فکشن کا موضوع ہیں- اس میں اگر یہ سوال اٹھایا جائے کہ کیا انسان ایسی خود کار ذہین مشینوں کے ہاتھوں مہلک مقاصد کیلئے استعمال ہو سکتا ہے؟ تو اس کا جواب اس آیت سے استدلال میں موجود ہے کہ خیر سے ہٹانے، فساد برپا کرنے اور انسان کو صراطِ مستقیم سے بھٹکانے کیلئے شیطان نے بارگاہِ الٰہی سے مہلت لے رکھی ہے- قرآن مجید میں ارشاد ہوا:

"قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغۡوِيَنَّهُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ"[15]

"اس نے کہا، سو تیری عزّت کی قسم! میں ان سب لوگوں کو ضرور گمراہ کرتا رہوں گا"-

[12](النساء:29)

[13](النساء:195)

[14](البقرۃ:185)

[15](سورۃ ص:82)

اگر یہ تناظر درست ہے تو پھر عقلِ انسانی کے فرائض میں دو باتیں بہر حال وثوق سے کہی جا سکتی ہیں - ایک تو یہ کہ اسے غور و فکر کے ذریعے ایجاد و دریافت کے عمل میں اپنا سفر جاری رکھنا چاہئے دوسری بات یہ کہ اس جاری سفر میں اسے یہ بات یقینی بنانی چاہئے کہ اس ایجاد و دریافت کے عمل سے پیدا ہونے والے نتائج اس کی اپنی نوع کیلئے مثبت ہی بر آمد ہوں اور یہ شیطان کے ہاتھوں اغوا ہو کر کسی ایسے عالمگیر فساد کا حصہ نہ بنے جو نہ صرف اس کی اپنی نوع کی بقا کے منافی ہو بلکہ مجموعی طور پہ اس کرۂ ارض پہ موجود زندگی کیلئے خطرہ ہو -

قرآن نے جہاں عقل والوں کو گہرائی میں اتر کر غور و فکر کرنے کی دعوت دی وہیں عاقل انسان کا معیار بھی بیان فرمایا ہے - آیا ہر عقل رکھنے والا قرآن کی نگاہ میں ایک عاقل انسان ہے یا نہیں - ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَکْثَرَهُمْ یَسْمَعُوْنَ اَوْ یَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا کَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِیْلًا“[16]

”کیا آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ ان میں سے اکثر لوگ سنتے یا سمجھتے ہیں؟ (نہیں) وہ تو چوپایوں کی مانند (ہو چکے) ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر گمراہ ہیں“-

انسان کی عقل کُل کا تعلق محض اس کے دماغ سے نہیں بلکہ اس کے قلب سے بھی ہے - انسان اگرچہ آج cloning کے ذریعے انسانی اعضاء کو مصنوعی انداز میں تیار کرنے کی اہلیت رکھتا ہے یا مشینی اعضاء کی ترسیل میں کامیابی حاصل کر چکا ہے یا مصنوعی ذہانت کی صورت میں انسانی ذہن کا مقابل لانے کی کوشش کر رہا ہے لیکن وہ ان سب کے باوجود بھی divine intellect کے قریب ترین بھی نہیں ہے - قرآن ہم پہ واضح کرتا ہے کہ انسانی عقل کی غفلت نے خدائی دعوے بھی کئے اور انسانی عقل کی غفلت نے ہی ان دعوؤں کو حقیقت سمجھا اور پھر عذابِ الٰہی کے مرتکب ٹھہرے - حضرت موسیٰ (علیہ السلام) جب کوہِ طور پہ تشریف لے کر گئے تو پیچھے ان کی قوم میں اندھی عقل رکھنے والوں نے سونے کا بچھڑا بنایا اور لوگوں نے اس کی پرستش کرنا شروع کر دی یعنی ایسا عمل کیا جو اس کے اپنے شرف کے منافی تھا دوسرے لفظوں میں یہ عمل انسان پر ایک چوپائے کی برتری کو تسلیم کرنا ہے بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ خطرناک - فرعون نے عقل پہ تالے پڑنے کے باعث خدائی دعویٰ کیا اس کے دعوے کو تسلیم کرنے والے بھی ایسے ہی لوگ تھے جو ایک فسادی طاقت کے پیرو ہو گئے تھے ایک ایسی فسادی طاقت جو اپنے نتائج کے اعتبار سے مکمل طور پہ منفی تھی - ایسی عقل رکھنے والوں کو جانوروں سے تشبیہ دی گئی ہے جو بظاہر عقل والے ہیں لیکن در حقیقت عقل سے محروم ہیں - انسان کو چوپائیوں سے مشابہت دینے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ جس دور یا معاشرے میں رہ رہے ہیں وہاں خود پر محض نفسانی جذبات، شہوات و تعصبات کے لباس ڈھانپے ہوئے ہوں یا خیر و شر کی تمیز سے خود کو بے خبر رکھے ہوئے ہوں یا اللہ تعالیٰ نے انسان میں تدبر و تفکر کا جو مادہ رکھا ہے اس کو بروئے کار لانے کی بجائے باطل کو حق تسلیم کر رہے ہوں - ایسے انسانوں کا اشرف کیا ہو سکتا ہے جو جانوروں والا معمول اپنائے رکھیں اور شعور کا بیج ہونے کے باوجود بھی اسے ایمانی مشاہدے کے پانی سے تناور درخت نہ بنائیں -

مصنوعی ذہانت اور روبوٹ کے میلاپ سے انسانی شکل و صورت، قد و قامت والے ڈھانچے تیار ہو چکے ہیں جو انسان کی طرح سوچتے سمجھتے ہیں اور احساس و جذبات کی شناخت اور ان کا ردعمل دینے کے بھی قابل ہو گئے ہیں - صوفیہ (Sophia) نامی روبوٹ جسے 2016ء میں دنیا بھر کے سامنے متعارف کروایا گیا اسے AI کے مستقبل کا ترجمان کہا جا رہا ہے -[17] جبکہ سب اس بات کا بھی بخوبی ادراک رکھتے ہیں کہ AI سائنس کی اب تلک کی سب سے بڑی ایجاد

[16](الفرقان:44)

[17]https://www.hansonrobotics.com/sophia/

تصور کی جاتی ہے اور اس کی مرہونِ منت دنیا بھر میں کروڑوں لوگ بے روزگار ہوئے ہیں، ان گنت لوگوں کو فراڈ کا سامنا کرنا پڑا ہے جبکہ جرائم کے شعبہ میں بھی اس کی معاونت نے اضافہ کیا ہے- قرآن مجید میں ارشاد ہوا:

"وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ۙ وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِى الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ"[18]

"اور بیشک ہم نے تم سے پہلے (بھی بہت سی) قوموں کو ہلاک کر دیا جب انہوں نے ظلم کیا اور ان کے رسول ان کے پاس واضح نشانیاں لے کر آئے مگر وہ ایمان لاتے ہی نہ تھے، اسی طرح ہم مجرم قوم کو (ان کے عمل کی) سزا دیتے ہیں"-

اس ترقی کے دور میں انسان پہ جس قدر ظلم بڑھتا جارہا ہے اس کی مثال نہیں ملتی- جیسا کہ پہلے بھی یہ کہہ چکے ہیں کہ خود سائنسدانوں نے بھی یہ عندیہ دیا ہے کہ مصنوعی ذہانت کی ترقی مستقبل میں محکم ہو کر انسانی نسل کا خاتمہ بھی کر سکتی ہے-[19] کیونکہ جب انسان اپنی عقل کو عقلِ کُل تسلیم کر لے اور divine authority کا منکر ہو جائے تو یہ انسانیت پہ بہت بڑا ظلم و جبر ہی ہے- مصنوعی ذہانت انسان کی تخلیق ہے، جسے اس نے بارہا کام کر کے بنایا اور وہ انسان کے متبادل کام کرتی ہے- ایسی صنعت کاری کو عربی زبان میں صَنَعَ کے صیغے میں بیان کیا جاتا ہے- قرآن مجید میں ارشاد ہوا:

"قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ۞ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا"[20]

"کہہ دو کیا میں تمہیں بتاؤں جو اعمال کے لحاظ سے بالکل خسارے میں ہیں- وہ جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی میں کھو گئی اور وہ خیال کرتے ہیں کہ بے شک وہ اچھے کام کر رہے ہیں"-

اس میں کوئی بعید نہیں کہ انسانی عقل چونکہ ظاہر کا افہام کرتی ہے اور توفیقِ ایزدی کے بغیر فقط خام خیالی اور گمراہی کی راہ اختیار کر سکتی ہے تو مصنوعی ذہانت جیسی جدت جو مستقبل میں مزید توانا اور وسعت پانے کے قوی امکانات رکھتی ہے، کے اقدامات اور حرکات و سکنات سے خود کو اس کے زیر کر کے تباہی کا ساماں نہ کر لیں- قرآن مجید اسی بابت اشارہ فرماتا ہے:

"وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِىْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً ؕ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْىٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ"[21]

"اور ان کافروں کی مثال ایسے شخص کی سی ہے جو کسی ایسے کو پکارے جو سوائے پکار اور آواز کے کچھ نہیں سنتا، یہ لوگ بہرے، گونگے، اندھے ہیں سو انہیں کوئی سمجھ نہیں"-

خلاصۂ کلام:

حال ہی میں خبر رساں ادارے بی بی سی کی رپورٹ کے مطابق سرمایہ کاری بینک گولڈمین ساکس کے مطابق مصنوعی ذہانت 30 کروڑ ملازمتوں کی جگہ لے سکتی ہے- لیکن یہ بھی کہا جارہا ہے کہ اس سے نئی ملازمتیں اور پیداواری صلاحیت میں اضافہ بھی ہو سکتا ہے-[22] نومبر 2022 سے اب تک مصنوعی ذہانت کے ٹُول میں سے ایک، ChatGPT کو اب تک کئی لاکھ لوگ استعمال کر چکے ہیں اور مائیکروسافٹ نے اس پر اربوں ڈالر خرچ کیے ہیں- البتہ، پرائیویسی خدشات کی بنا پر اٹلی میں اس پر پابندی لگا دی گئی-[23] ٹیکنالوجی کی دنیا میں ایلون مسک سمیت دیگر اہم شخصیات کا کہنا ہے کہ طاقتور AI سسٹمز کی تربیت انسانیت کے لیے خطرے کے خدشات پیدا کر سکتے ہیں- نامور سائنسدان سٹیفن ہاکنگ اسے "انسان کی تاریخی بیوقوفی" کہتے تھے- ان تمام باتوں کے پیشِ نظر انسانی عقل کی اس ایجاد کو ایک نعمت سمجھا جائے اور اسے مثبت طریقوں میں بروئے کار لایا جائے تو یہ صحت اور ادویات کے میدان، تعلیمی میدان، تکنیکی میدان سمیت دیگر شعبہ جات میں ترقی کی رفتار کو مہمیز عطا کر سکتا ہے- لیکن اس کا انحصار اب انسان پر ہی ہے کہ وہ مصنوعی ذہانت کا حاکم بنے گا یا محکوم؟

☆☆☆

[18](یونس:13)

[19]https://www.bbc.com/news/technology-30290540

[20](الکہف:103-104)

[21](البقرۃ:171)

[22]https://www.bbc.com/news/technology-65102150

[23]https://www.bbc.com/news/technology-65139406

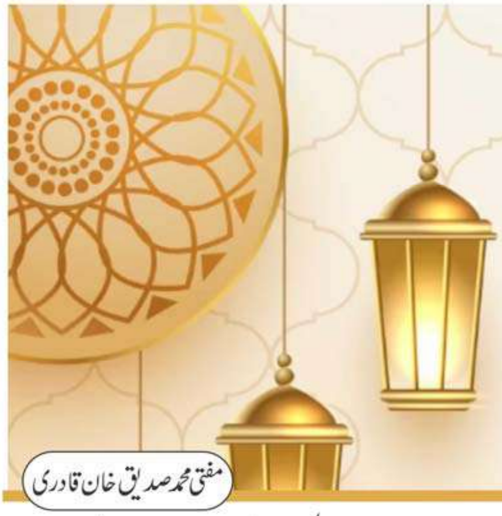

محی السنہ

امام ابو محمد حسین فراء بغوی رحمۃ اللہ علیہ

مفتی محمد صدیق خان قادری

نام ونسب:

آپ کا نام حسین، کنیت ابو محمد، لقب محی السنہ و رکن الدین ہے اور نسب نامہ کچھ اس طرح ہے: حسین بن مسعود بن محمد بن الفراء۔[1]

ولادت و وطن:

امام بغوی سنہ 436ھ یا اس سے کچھ پہلے بغ میں پیدا ہوئے، یہ ہرات اور مرو کے درمیان خراسان کا ایک مقام ہے۔امام صاحب کو اسی شہر کی طرف نسبت ہونے کی وجہ سے بغوی کہا جاتاہے اس شہر کو جن اکابر علماء اسلام کا مولد ہونے کا شرف حاصل ہے ان میں فراء بغوی بھی ممتاز اور قابلِ ذکر ہیں۔ آپکے والد پوستین سینے اور فروخت کرنے کا کام کرتے تھے تو اس لیے امام صاحب کو فراء اور ابن الفراء بھی کہا جاتاہے۔[2]

اساتذہ:

امام بغوی نے اپنے وقت کے نامور اور جید علماء و محدثین سے اکتساب علم کیا، جن حضرات سے اُن کو شرف تلمذ حاصل ہُوا اُن میں سے چند مشہور درج ذیل ہیں:

”ابو عمر عبد الواحد بن احمد الملیحی، ابو الحسن محمد بن محمد الشیرازی، جمال الاسلام ابو الحسن عبد الرحمن بن محمد، یعقوب بن احمد، ابو الحسن علی بن یوسف الجوینی، ابو الفضل زیاد بن محمد الحنفی، احمد بن ابی نصر، ابو بکر محمد بن ابی الھیثم الترابی، قاضی حسین بن محمد جو کہ فقہ میں بڑے صاحب کمال تھے ان کا شمار اکابر علمائے شوافع میں ہوتا ہے۔امام بغوی ان کے خاص تلامذہ میں سے تھے اور فقہ کی تعلیم انہیں سے حاصل کی تھی“۔[3]

تلامذہ:

امام صاحب سے بے شمار لوگوں نے اکتساب علم کیا اُن میں سے چند قابل ذکر درج ذیل ہیں:

”ابو منصور محمد بن اسعد العطاری المعروف ابن حفدہ، ابو الفتوح محمد طائی ان کے مشہور شاگرد ہیں امام بغوی کے آخری شاگرد جن کو اُن سے روایت کی اجازت حاصل تھی وہ ابو المکارم فضل اللہ بن محمد توقانی تھے“۔[4]

علمِ حدیث میں مقام اور آئمہ کرام کی توثیقات وآراء:

امام بغوی علم کے میدان کے شاہکار تھے وہ اپنے زمانے میں آئمہ فن میں ایک نمایاں مقام رکھتے تھے، علم حدیث میں اُن کا مقام مسلم ہے، وہ بے مثال محدث اور معتبر و معتمد

---

[1](تذکرۃ الحفاظ، ج:4، ص:37) (سیر اعلام النبلاء، جز:14، ص:329)

[2](تاریخ ابن الوردی، جز:2، ص:23) (بستان المحدثین، ص:52) (تذکرۃ المحدثین، ص:131)

[3](سیر اعلام النبلاء، جز:14، ص:329)

[4](ایضاً)

شارحین حدیث میں سے تھے - شوافع میں احادیث کی شرح و توجیہ کیلئے جو علماء ممتاز سمجھے جاتے ہیں اُن میں ایک یہ بھی ہیں اُن کے القاب محی السنہ، رکن الدین، الامام الحافظ، الفقیہ المجتہد اُن کی عظمت و کمال کا ثبوت ہیں-

اُن کی اسی امتیازی شان کی بناپر آئمہ سیر نے نہ صرف اُن کی توثیق کی ہے بلکہ مختلف انداز میں اپنی آراء کے ذریعے اُن کے علمی مقام و مرتبہ کو اجاگر کیا ہے- علامہ ابن نقطہ الحنبلی فرماتے ہیں:

"امام حافظ ثقة صالح"[5]

"وہ ایک بہت بڑے امام، حافظ، ثقہ اور صالح تھے"-

علامہ ابن خلکان فرماتے ہیں:

"كان بحرًا في العلوم"[6]

"وہ علوم کے سمندر تھے"-

ابو المحاسن علامہ جمال الدین، النجوم الزاھرہ میں اُن کی امامت و جلالت کو بیان کرتے ہُوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"كان اماما حافظا رحل الى البلاد و سمع الكثير"[7]

"وہ امام اور حدیث کے حافظ تھے انہوں نے علم کیلئے مختلف شہروں کا سفر اختیار کیا اور بہت سے علماء سے احادیث کا سماع کیا"-

علامہ ذہبی اُن کے علمی مقام کو بیان کرتے ہُوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"كان سيدا اماما عالما علامة"[8]

"وہ سردار، امام، عالم اور بہت بڑے علامہ تھے"-

امام بغوی بحیثیت مفسر:

امام بغوی ایک مایہ ناز مفسر تھے وہ کلام رسول (ﷺ) کی طرح کلام الٰہی سے بھی خاص شغف رکھتے تھے چنانچہ حدیث کی طرح قرآن مجید کی تشریح و تفسیر میں بھی وہ ممتاز مانے جاتے تھے، امام قزوینی امام صاحب کو علم التفسیر میں بے مثال مانتے ہیں وہ فرماتے ہیں:

"كان عديم النظير في علم التفسير"[9]

"وہ علم تفسیر میں بے مثال تھے"-

ابو الفلاح علامہ عبد الحیی فرماتے ہیں:

"المحدث المفسر صاحب التصانيف وعالم اهل خراسان"[10]

"آپ ایک بہت بڑے محدث، مفسر اور صاحب تصانیف تھے اور اہل خراسان کے عظیم عالم تھے"-

علمائے کرام کی توثیقات کی صداقت کا اندازہ امام بغوی کی تفسیر پڑھ کر بھی ہو جاتا ہے۔ امام صاحب کلام اللہ کے سلسلے میں قرأت و تجوید کے فن کے بھی ماہر تھے اپنی تفسیر میں انہوں نے قرأت کے متعلق مفید بحثیں کی ہیں-

فن فقہ میں مہارت:

امام صاحب علم حدیث اور تفسیر کی طرح فن فقہ کے ماہر اور مرتبہ اجتہاد پر فائز تھے-یہی وجہ ہے کہ امام ذہبی اُن کو المجتہد جیسے لقب سے یاد کرتے ہیں-

علامہ تاج الدین سبکی اُن کی فقاہت کو بیان کرتے ہُوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"كان اماما جليلا فقيها جامعا بين العلم و العمل سالكا سبيل السلف له في الفقه اليد الباسطه"[11]

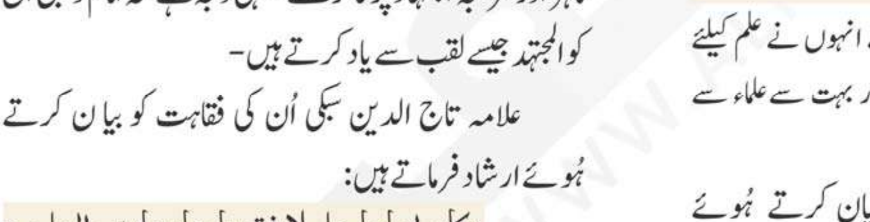

[5](اکمال الاکمال، جز:1، ص:420)
[6](وفیات الاعیان، جز:2، ص:136)
[7](النجوم الزاہرہ، جز:5، ص:223)
[8](سیر اعلام النبلاء، جز:14، ص:329)
[9](آثار البلاد واخبار العباد، جز:1، ص:330)
[10](شذرات الذھب، جز:6، ص:79)
[11](طبقات الشافعیہ الکبریٰ، جز:7، ص:75)

"وہ بہت بڑے امام، فقیہ، علم و عمل کے جامع اور سلف صالحین کے طریقے پر چلنے والے تھے اور اُن کو فقہ میں ید طولیٰ حاصل تھا"۔

امام ابن خلکان اُن کو الفقیہ الشافعی کہہ کر یاد کرتے ہیں۔امام قزوینی نے انہیں علم الفقہ میں بے مثال قرار دیا ہے۔ الغرض! امام بغوی قرآن و سنت اور فقہ ان تینوں علوم کے جامع تھے اسی بنا پر حافظ ابن کثیر "البدایہ و النہایہ" میں فرماتے ہیں:

"وکان عالما عاملا علی طریقة السلف و منهجهم و برع فی هذه العلوم و کان علامة زمانه فیها"

"وہ سلف صالحین کے طریق و منہج کے باعمل عالم تھے اور ان تینوں علوم کے ماہر تھے اور اپنے زمانہ میں ان علوم کے بہت بڑے علامہ تھے"۔

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ وہ ان تینوں علوم کے جامع اور ہر ایک میں مرتبہ کمال پر فائز تھے اُن کی پوری زندگی انہی علوم کے پڑھنے اور پڑھانے اور ان سے متعلق کتابیں لکھنے میں بسر ہُوئی۔[12]

امام صاحب مجتہدانہ اوصاف کے باوجود امام شافعی کے مقلد تھے اور ان کا شمار اکابر شوافع میں ہوتا ہے۔

تصنیفات:

امام بغوی ایک عظیم مفسر، محدث اور فقیہہ ہونے کے ساتھ ساتھ نامور مصنف بھی تھے انہوں نے تفسیر، حدیث اور فقہ جیسے اسلامی علوم میں بڑی مفید اور بلند پایہ کتابیں یادگار چھوڑی ہیں جو اُن کے فنِ تصنیف کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ذیل میں اُن کی چند مشہور کتب کا ذکر کیا جاتا ہے:

❖ معالم التنزیل: یہ امام صاحب کی تفسیر میں بڑی مشہور اور متداول کتاب ہے۔اس میں صحابہ و تابعین اور متقدمین علمائے تفسیر کے اقوال و آراء نقل کرنے کا زیادہ اہتمام کیا گیا ہے اس لیے اِس کی حیثیت ماثوری تفسیروں کی ہے، مصنف نے مقدمہ میں کلام مجید کی اہمیت، اس کے نزول کا مقصد، اُس کی تفسیر و تاویل کی ضرورت اور آئمہ سلف کے تفسیری خدمات وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔

اس تفسیر میں اسباب نزول کی تعین، ناسخ و منسوخ کی تصریح فقہاء کے احکام شرعی کے استنباط کا ذکر اور اعراب و قرأت کے اختلاف اور نحوی و صرفی اشکالات کو حل کرنے پر خاص توجہ دی گئی ہے ان مباحث کی توضیح کیلئے احادیث اور صحابہ و تابعین کے آثار سے مدد لی گئی ہے۔

مشہور مفسر امام خازن تفسیر خازن کے مقدمہ میں فرماتے ہیں کہ علم تفسیر میں امام بغوی کی "معالم التنزیل" بڑی اہم اور بلند پایہ کتاب ہے۔یہ صحیح اقوال کا مجموعہ، شکوک و شبہات سے پاک، احادیث و آثار سے مزین اور عجیب واقعات پر مشتمل ہے۔

مصابیح السنہ: یہ حدیث کی اہم اور مشہور کتاب ہے جو بڑی معتبر اور مستند خیال کی جاتی ہے، اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ خطیب تبریزی کی مشہور و متداول کتاب مشکوۃ المصابیح کا تکملہ (تکمیل) ہے۔

یہ کتاب ابواب و فصول میں منقسم ہے ہر باب کی حدیثیں دو فصلوں میں صحاح و حسان کے عنوان کے تحت شامل کی گئی ہیں۔صحاح میں "بخاری و مسلم" اور حسان میں

[12] (البدایہ والنہایہ، جز:12، ص:238)

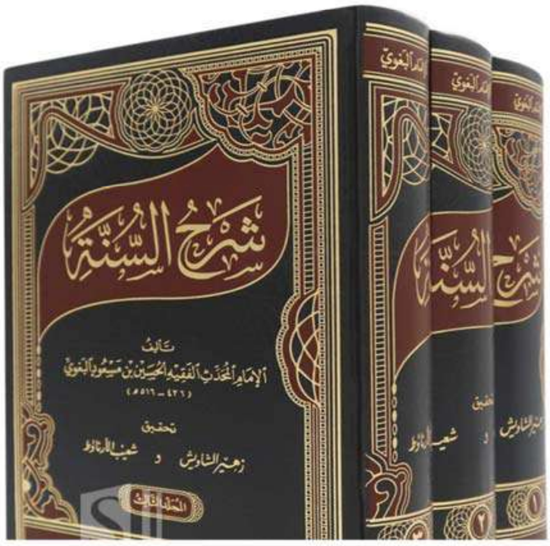

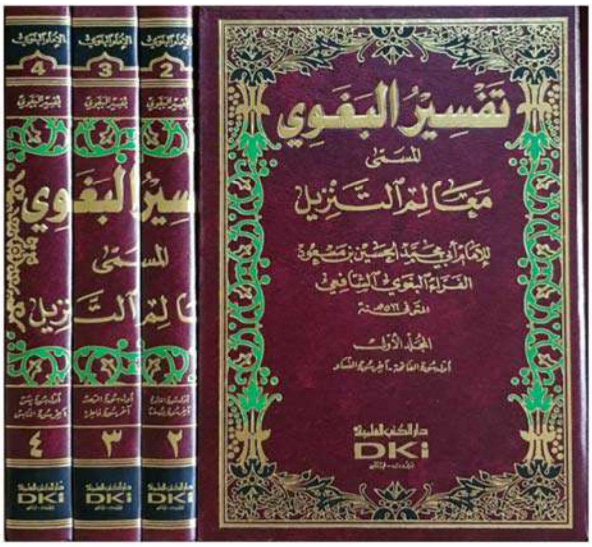

"ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور دارمی" وغیرہ کی حدیثیں درج ہیں۔

مصابیح میں لگ بھگ ساڑھے چار ہزار حدیثیں ہیں ان میں نصف سے کچھ کم صحاح (صحیحین کی) اور نصف سے کچھ زیادہ حسان (سنن) کی ہے۔

شرح السنہ: یہ بھی امام بغوی کی مشہور اور اہم تصنیفات میں سے ہے اس میں مشکلات و غرائبِ حدیث اور فقہی مسائل وغیرہ کا مفصل ذکر ہے مصنف خود اس کتاب کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔

یہ اخبار و روایات کے گوناگوں علوم و فوائد پر مشتمل ہے اس میں حدیثوں کی مشکلات کا حل کیا گیا ہے۔ نیز ان سے مستنبط ہونے والے فقہی احکام اور ان کے سلسلہ میں علماء و فقہا کے اختلافات بیان کیے گئے ہیں، یہ شرح احکام کے سلسلہ میں مرجع اور ایسی اہم باتوں اور ضروری نکتوں پر مشتمل ہے جن سے واقفیت نہایت ضروری ہے۔

التہذیب فی الفقہ: اس میں امام شافعی کے مذہب کے فقہی فروع و جزئیات کی تہذیب کی ہے۔

صاحب کشف الظنون کا بیان ہے کہ اس میں دلائل نہیں بیان کیے گئے غالباً اس میں اپنے شیخ قاضی حسین کے تعلیقہ میں کچھ کمی بیشی کر کے اس کی تلخیص کی ہے۔

ان معروف کتب کے علاوہ بھی امام بغویؒ کی درج ذیل کتب ہیں:

- ارشاد الانوار فی شمائل النبی المختار
- ترجمۃ الاحکام فی الفروع
- الجمع بین الصحیحین
- الکفایہ فی الفقہ
- الکفایہ فی القراءت
- معجم الشیوخ[13]

وفات:

آپ نے شوال سنہ 516ھ میں مروروذ میں جو کہ خراسان کا ایک شہر ہے اُس میں وفات پائی اور اپنے استاد قاضی حسین کے پاس مقبرہ طالقان میں دفن ہوئے۔ بعض حضرات نے آپ کی وفات 510ھ بھی لکھی ہے۔[14]

☆☆☆

[13] (ہدیۃ العارفین، جز:1، ص:312) (تذکرۃ المحدثین از ضیاء الدین اصلاحی ص:135-146)

[14] (وفیات الاعیان، جز:2، ص:136) (سیر اعلام النبلاء، جز:14، ص:329)

غیبت سے بچنے کیلئے سورہ الحجرات سے ایک اخلاقی سبق

فکری خطاب: صاحبزادہ سُلطان احمد علی

سیکریٹری جنرل :اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین
خانوادۂ سُلطان العارفین حضرت سُلطان باھُو قدس اللّٰہ سرّہٗ

(میلادِ مصطفےٰ (ﷺ) وحق باھو کانفرنس، خانیوال 12 جنوری 2019ء)

علم کے ذرائع میں ایک اہم ترین ذریعہ وحی الٰہی ہے- اللہ تعالیٰ نے جتنے بھی انبیاء (علیہم السلام) مبعوث فرمائے ان پر کوئی نہ کوئی صحیفہ یا کتاب نازل کی یا اپنے کچھ احکام فرمائے اور ان کو وحی کا شرف عطا کیا- وحی کے ذریعے ہی اللہ تعالیٰ نے اپنی منشا اور رضا کو مخلوق پر واضح فرمایا- دینِ اسلام میں ہر مسلمان کا یہ بنیادی عقیدہ ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ تمام الہامی کتب اور مصحف کی آخری کڑی تھی اور ہے- اس کے بعد بطور شرعی حجت نہ کوئی وحی آئی ہے اور نہ آسکتی ہے- کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب قرآن مجید کو خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ (ﷺ) پر نازل فرمایا-

جس طرح قرآن مجید کا ایک ایک حرف وحی الٰہی ہے اسی طرح صاحب کتاب خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ (ﷺ) کی سنت مبارکہ کا ایک ایک جز اور احادیث مبارکہ کا ایک ایک لفظ بھی وحی ہے- ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ قرآن مجید وحی متلو ہے اور حدیث مبارکہ وحی غیر متلو ہے- اس لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

”وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰی○اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی“[1]

”اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے- وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے“-

لہٰذا قرآن مجید کی طرح حدیث مبارکہ بھی انسان کے لئے باعثِ فیض اور رشد و ہدایت ہے- گویا رشد و ہدایت کی بنیاد یہ دو ذرائع ”قرآن کریم“ اور ”حدیث مبارکہ“ ہیں- اس لئے جو کتاب و سنت کے متصادم و متضاد ذرائع ہوں گے ان سے ہدایت حاصل نہیں کی جاسکتی-

خلفاء راشدین، صحابہ کرام، آئمہ اہل بیت، تابعین، تبع تابعین (رضی اللہ عنہم)، آئمہ فقہ، آئمہ تفسیر و حدیث، آئمہ اجتہاد، صالحین، عابدین، زاہدین، اور یہ جتنے بھی طبقات ہیں ان تمام کی دعوت کا منہج برحق ہونے کی دلیل کتاب و سنت کی تائید اور اطاعت ہے-

وہ قوم کبھی گمراہ نہیں ہوسکتی جن کے دامن کی گانٹھ اللہ تعالیٰ کی کتاب ”قرآن مجید“ اور رسول کریم (ﷺ) کی سنت اور شریعت سے جڑی ہوئی ہو- اس لئے مسلمان کا عملی رشتہ کتاب خداوندی اور سنت رسول اللہ (ﷺ) کے ساتھ مضبوط ہونا چاہیئے- کیونکہ اگر مسلمان اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول کریم (ﷺ) کی سنت اور شریعت سے دور ہو جائے تو اس کے وجود سے ایمان کی روشنی زائل ہو جاتی ہے-

قرآن مجید کو سمجھ کر پڑھنا اور اس کے احکامات و ارشادات پر عمل کرنا مسلمان پر لازم ہے- قرآن مجید اور آج کے مسلمان کے باہمی تعلق کو اگر اقبالیاتی تناظر میں دیکھیں تو حضرت علامہ اقبال کی تنقید بالکل بجا ہے کہ مسلمانوں نے عملاً قرآن مجید کو ترک کر رکھا ہے اور اس سے زیادہ کوئی تعلق نہیں رہ گیا کہ نزع میں گرفتار ہمارے مریضوں کی روح بآسانی پرواز کر جائے- گو کہ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ قرآن مجید میں ظاہری و باطنی شفا ہے-

[1] (النجم: 3-4)

مگر ضرورت تو یہ ہے کہ روحانی علاج اور حصولِ اجر و ثواب کی نیّت کے ساتھ ساتھ عمل، کردار اور جدوجہد کو بھی قرآنی معیار پہ ڈھالا جائے- یہ قرآن مجید کا اعجاز ہے کہ قرآن مجید کو کسی بھی ترتیب سے یا کسی خاص مقام سے پڑھا جائے تو انسان کے دل میں قرآن مجید کا فیض منکشف ہو جاتا ہے- آپ قرآن مجید کو کہیں سے بھی پڑھنا شروع کر دیں قرآن آپ کو اپنے ساتھ involve کر دیتا ہے وہ چاہے آیات محکم ہو یا آیات متشابہ، بیان کبریائی تعالیٰ یا بیان عظمتِ مصطفےٰ ﷺ ہو، احکام ہوں یا تلقین، بشارت ہو یا وعید- مزید قرآن مجید میں کچھ سورتیں ایسی ہیں جن کی جامعیت سے انسان ششدر رہ جاتا ہے- مثلاً سورۃ العصر کے متعلق امام شافعی، ابن کثیر اور دیگر کئی مفسرین کرام نے نقل کیا ہے کہ اگر قرآن مجید میں فقط سورۃ العصر ہی نازل ہوئی ہوتی تو وہی انسان کی رشد وہدایت کے لئے کافی ہوتی!!!

اصلاحی جماعت کے زیر اہتمام ہونے والے اجتماعات کا بنیادی مقصد ہی اصلاح اور ایسی کردار سازی ہے جس کی طرف قرآن مجید نے ہمیں دعوت دی ہے- اصلاح میں سب سے پہلے انسان اپنے نفس کی اصلاح کرتا ہے اور خود کو اس ترازو میں رکھ کر تولتا ہے تو پھر ہی وہ اس لائق ہو سکتا ہے کہ کسی نئے جہان کی تشکیل کر سکے اور دنیا کے چل چلاؤ کی زد میں آنے کی بجائے دنیا کو قرآنی معیار پہ ڈھالے- جس کے متعلق علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ:

بر عیارِ مصطفےٰ خود را زند
تا جہانے دیگری پیدا کند

”وہ مصطفےٰ کریم (ﷺ) کے معیار پر خود کو پرکھتا ہے اور اس طرح ایک نیا جہان وجود میں لاتا ہے“-

اگر ایک مسلمان کا رشتہ اور تعلق سورۃ الحجرات سے قائم ہو جائے تو اس کا وجود سماج، خاندان، اہل علاقہ اور برادری کے لئے سراپا رحمت بن جاتا ہے- اللہ تعالیٰ سورۃ الحجرات میں مومنین کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے:

”يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ“[2]

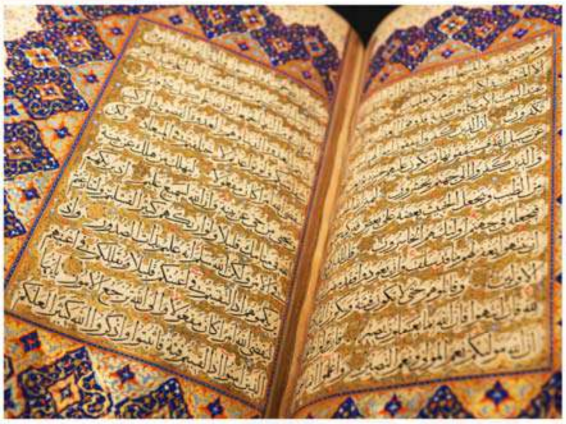

”اے ایمان والو نہ مرد مَردوں سے ہنسیں، عجب نہیں کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے دور نہیں کہ وہ ان ہنسے والیوں سے بہتر ہوں اور آپس میں طعنہ نہ کرو اور ایک دوسرے کے بُرے نام نہ رکھو- کیا ہی بُرا نام ہے مسلمان ہو کر فاسق کہلانا اور جو توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں“-

کتنا واضح حکم ہے کہ ایک دوسرے کو برے القاب سے نہ پکارا جائے بلکہ جس کا جو نام ہے اس کو احسن طریق سے پکارا جائے- صد افسوس! کہ ہمارے ہاں یہ المیہ پیدا ہو گیا ہے کہ ہم ایک دوسرے کو بگڑے ہوئے نام سے مخاطب کرتے ہیں- حالانکہ ہر نام کی اپنی برکت ہوتی ہے اور نام رکھا ہی اس لئے جاتا ہے کہ جو نام جس شخصیت سے متاثر ہو کر رکھا جائے اللہ تعالیٰ اس شخصیت کے اوصاف و کمالات اس بندے میں پیدا فرمائے- کیونکہ اگر کوئی شخص کسی کا نام بگاڑ کر پکارتا ہے تو اسے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ وہ اس نام سے جڑی کس نسبت اور ہستی کی توہین کر رہا ہے- اس لئے جس نے اس قبیح فعل سے توبہ نہ کی تو از روئے قرآن وہ ظالموں میں شمار کیا جائے گا- گویا یہ وہ معاشرت کا ادب اور حسن ہے جو اللہ تعالیٰ خود اپنی پاک کتاب ’قرآن مجید‘ میں ارشاد فرماتا ہے-

سورۃ الحجرات کی اس سے اگلی آیت کے الفاظ پڑھ کر انسان کا دل کانپ اٹھتا ہے، کلیجہ منہ کو آتا ہے، کہ ہمارے وہ جرائم اور گناہ جن کو ہم کسی خاطر میں نہیں لاتے اور سمجھتے ہیں

[2](الحجرات:11)

کہ یہ تو بس ایک عام سی بات ہے، اس کو گناہ یا جرم تصور ہی نہیں کرتے اور نہ کبھی غور کرتے ہیں کہ ایسا عمل کرنے والے کو قرآن کریم کیا تلقین کرتا ہے اور کس طرح کی تشبیہ دیتا ہے- ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ٘ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوْا وَ لَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًاؕ اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ"[3]

"اے ایمان والو بہت گمانوں سے بچو- بیشک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے- اور عیب نہ ڈھونڈو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو- کیا تم میں کوئی پسند رکھے گا کہ اپنے مرے بھائی کا گوشت کھائے؟ تو یہ تمہیں گوارا نہ ہو گا- اور اللہ سے ڈرو، بیشک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے"-

یعنی قرآن کریم فرماتا ہے کہ زیادہ تر گمانوں سے بچو- گمان سے مراد یہ ہے کہ کسی مومن کے متعلق منفی سوچ ذہن میں نہ لائی جائے- کیونکہ بد قسمتی سے ہمارے سماج میں یہ المیہ پیدا ہو گیا ہے کہ جہاں بھی دو بندے بیٹھ کر آپس میں بات کر رہے ہوں، تو دیکھنے والا تیسرا شخص اکثر یہی گمان کرتا ہے کہ وہ دونوں میرا ہی گلہ کر رہے ہوں گے- اس لئے اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے کہ بدگمانی اور منفی سوچوں سے بچو- ایک دوسرے کی جاسوسی مت کرو اور ایک دوسرے کی غیبت مت کرو- قرآن مجید تشبیہ دیتا ہے کہ اگر ایک مومن کسی دوسرے مومن کی غیبت کرتا ہے تو وہ یوں ہے جیسے وہ اپنے مردہ بھائی کی میت کا گوشت کھا رہا ہو-

حضرت معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں حضور نبی کریم (ﷺ) کی بارگاہِ اقدس میں موجود تھا- پس آپ (ﷺ) کی بارگاہِ اقدس میں کسی شخص کا ذکر ہوا تو صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے عرض کی کہ:

"مَا اَعْجَزَهٗ! فَقَالَ النَّبِيُّ (ﷺ): اِغْتَبْتُمْ أَخَاكُمْ قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، قُلْنَا مَا فِيْهِ. قَالَ: إِنْ قُلْتُمْ مَا لَيْسَ فِيْهِ فَقَدْ بَهَتُّمُوْهُ"[4]

"وہ بڑا عاجز (کمزور) ہے تو حضور نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: تو نے اپنے بھائی کی غیبت کی- صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے عرض کی: یا رسول اللہ (ﷺ) ہم تو وہ کہتے ہیں جو اس میں (عیب) موجود ہے تو آپ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: اگر تم نے وہ بات کی جو اس میں موجود نہیں تو تحقیق تم نے اُس پر بہتان لگایا"-

علامہ راغب الاصفہانی (المتوفی: 502ھ) "المفردات" میں غیبت کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"وَالْغِيْبَةُ: أَنْ يَّذْكُرَ الْإِنْسَانُ غَيْرَهٗ بِمَا فِيْهِ مِنْ عَيْبٍ مِّنْ غَيْرِ أَنْ أُحْوِجَ إِلَى ذِكْرِهٖ"

"اور غیبت یہ ہے کہ انسان بلاضرورت دوسرے شخص کا وہ عیب بیان کرے جو اس میں ہو"-

ابو حامد محمد بن محمد الغزالی (المتوفی: 505ھ) "احیاء علوم الدین" میں لکھتے ہیں:

"اِعْلَمْ أَنَّ حَدَّ الْغِيْبَةِ أَنْ تَذْكُرَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُهٗ لَوْ بَلَغَهٗ سَوَاءً ذَكَرْتَهٗ بِنَقْصٍ فِيْ بَدَنِهٖ أَوْ نَسَبِهٖ أَوْ فِيْ خُلُقِهٖ أَوْ فِيْ فِعْلِهٖ أَوْ فِيْ قَوْلِهٖ أَوْ فِيْ دِيْنِهٖ أَوْ فِيْ دُنْيَاهُ حَتّٰى فِيْ ثَوْبِهٖ وَدَارِهٖ وَدَابَّتِهٖ"

"تو جان کہ غیبت کی تعریف یہ ہے کہ تو اپنے بھائی کا ذکر اس طرح کرے جب وہ بات اس کو پہنچے تو وہ اس کو ناپسند کرے برابر ہے جس نقص کا تو نے ذکر کیا ہے وہ اس کے بدن میں، نسب میں، اس کے خُلق میں، یا اس کے فعل میں، یا اس کے قول میں، یا اس کے دین میں، یا اس کی دنیا میں ہو یہاں تک کہ اس کے کپڑوں میں، اس کے گھر میں یا اس کی سواری میں ہو"-

علامہ ابن اثیر الجزری الشیبانی (المتوفی: 606ھ) "النہایہ" میں لکھتے ہیں کہ:

«اَلْغِيْبَةُ» وَهُوَ أَنْ يُّذْكَرَ الْإِنْسَانُ فِيْ غَيْبَتِهٖ بِسُوْءٍ وَإِنْ كَانَ فِيْهِ، فَإِذَا ذَكَرْتَهٗ بِمَا لَيْسَ فِيْهِ فَهُوَ الْبُهْتُ وَالْبُهْتَانُ.

[3] (الحجرات: 12)

[4] (المعجم الکبیر للطبرانی)

"غیبت یہ ہے کہ تم کسی انسان کی غیر موجودگی میں اس کی کسی برائی کا ذکر کرو شرط یہ ہے کہ وہ برائی اس میں موجود ہو اور اگر تم اس کی وہ برائی ذکر کرو جو اس میں نہیں ہے تو وہ تہمت اور بہتان ہے"۔

محمّد بن محمّد بن عبد الرزّاق مرتضی، الزّبیدی (المتوفی: 1205ھ) اور ابن منظور الانصاری الافریقی (المتوفی: 711ھ) لکھتے ہیں کہ:

{ وَالْغِيبَةُ }: وَهُوَ أَنْ يَتَكَلَّمَ خَلْفَ إِنْسَانٍ مَسْتُوْرٍ بِسُوْءٍ، أَوْ بِمَا يَغُمُّهُ لَوْ سَمِعَهُ وَإِنْ كَانَ فِيهِ، فَإِنْ كَانَ صِدْقًا، فَهُوَ غِيبَةٌ، وَإِنْ كَانَ كَذِبًا، فَهُوَ الْبَهْتُ وَالْبُهْتَانُ"[5]

"اور غیبت: یہ ہے کہ وہ کسی غیر موجود انسان کے پیٹھ پیچھے کسی ایسی برائی کا ذکر کرے۔یا (ایسا عیب بیان کرے) کہ وہ اس کو اگر سنے تو وہ اس کو غم زدہ کر دے شرط یہ ہے کہ وہ (عیب یا برائی) اس میں موجود ہو، پس اگر وہ (اپنی بات کہنے یعنی اس کی برائی بیان کرنے میں) سچا ہے تو وہ غیبت ہے اور اگر وہ جھوٹا ہے تو وہ تہمت اور بہتان ہے"۔

علامہ غلام رسول سعیدی "شرح صحیح مسلم" میں لکھتے ہیں:

"کسی شخص کے اندھے، ٹھگنے، کالے، لمبے، یا بھینگے ہونے کا ذکر کرنا بدن کا عیب ہے۔یہ کہنا کہ اس کا باپ حبشی، موچی، یا فاسق ہے یہ نسب کا عیب ہے۔یہ کہنا کہ وہ بخیل متکبر یا بزدل ہے خُلق کا عیب ہے۔یہ کہ وہ چور، جھوٹا، شرابی، نماز و روزے کا تارک، یا نجاسات سے بچنے والا نہیں ہے اس کے دینی افعال کا عیب ہے۔یہ کہنا کہ وہ لوگوں سے اچھی طرح نہیں ملتا، بہت باتونی ہے، بہت کھاتا ہے، سست ہے یا بہت سوتا ہے یہ اس کے دنیاوی افعال کا عیب ہے۔یہ کہنا کہ اس کے کپڑے میلے یا لمبے ہیں، یہ اس کے کپڑوں کا عیب ہے"۔

یعنی کسی کا ایسا نقص و عیب بیان کرنا جو اس میں موجود ہو اور کوئی شخص اس کو بیان کرے تو از روئے قرآن وہ غیبت کہلاتا ہے اور کسی کا ایسا عیب بیان کرنا جو اس میں موجود نہ ہو وہ بہتان کہلاتا ہے اور یہ غیبت سے بھی بڑا جرم ہے جس کی الگ سزا ہے۔اس لئے جن اعمال پر آقا کریم (ﷺ) نے مؤمنین سے بیعت لی ان میں ایک یہ بھی تھا کہ وہ کسی پر بہتان اور الزام نہیں لگائیں گے۔گویا جو بھی مسلمان خود کو رسالت محمدی (ﷺ) کا مطیع، فرمانبردار اور امتی سمجھتا ہے اس پر لازم ہے کہ وہ غیبت اور بہتان سے بچے۔

حضرت ابو بَرْزَہ اسلمی (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

"يَا مَعْشَرَ مَنْ آمَنَ بِلِسَانِهِ وَلَمْ يَدْخُلِ الْإِيمَانُ قَلْبَهُ لَا تَغْتَابُوا الْمُسْلِمِينَ، وَلَا تَتَّبِعُوا عَوْرَاتِهِمْ، فَإِنَّهُ مَنِ اتَّبَعَ عَوْرَاتِهِمْ يَتَّبِعُ اللهُ عَوْرَتَهُ وَمَنْ يَتَّبِعِ اللهُ عَوْرَتَهُ يَفْضَحْهُ فِي بَيْتِهِ"[6]

"اے (مسلمانوں کا) وہ گروہ جو زبان سے ایمان تو لایا ہے اور ایمان اس کے دل میں داخل نہیں ہوا، تم مسلمانوں کی غیبت نہ کیا کرو اور ان کی پوشیدہ باتوں کا کھوج مت لگاؤ پس جو ان کی پوشیدہ باتوں کا کھوج لگاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا راز فاش کر دیتا ہے۔اور اللہ تعالیٰ جس کی ٹوہ میں پڑے تو اسے اس کے گھر میں رسوا کر دیتا ہے"۔

حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت ابو سعید (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

"إِيَّاكُمْ وَالْغِيبَةَ، فَإِنَّ الْغِيبَةَ أَشَدُّ مِنَ الزِّنَا، قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ! وَكَيْفَ الْغِيبَةُ أَشَدُّ مِنَ الزِّنَا؟ قَالَ: الرَّجُلُ يَزْنِي فَيَتُوبُ، فَيَتُوبُ اللهُ عَلَيْهِ، وَإِنَّ صَاحِبَ الْغِيبَةِ لَا يُغْفَرُ لَهُ حَتَّى يَغْفِرَ لَهُ صَاحِبُهُ"[7]

"تم غیبت سے بچو، کیونکہ غیبت زنا سے بھی سخت تر ہے۔عرض کی گئی یا رسول اللہ (ﷺ) کہ غیبت زنا سے کس طرح سخت ہے؟ تو آپ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: آدمی زنا کرتا ہے پھر وہ توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرماتا ہے، اور غیبت کرنے والے کو اس وقت تک معاف نہیں کیا

---

[5](تاج العروس من جواهر القاموس/ لسان العرب)

[6](سنن أبي داود، كِتَاب الْأَدَبِ)

[7](المعجم الأوسط للطبرانی/شعب الإیمان للبیہقی)

جائے گا جب تک جس کی غیبت کی گئی ہے وہ معاف نہ کرے"۔

اس لیے کسی کا ایسا نقص و عیب ظاہر کرنا جو اس میں موجود نہ ہو وہ تو قطعاً بیان ہی نہیں کرنا چاہیے-اور اگر کسی کا عیب معلوم ہو جائے اور اگر اس کو بیان کرو گے تو قرآن مجید نے اسے گناہ اور کراہت قرار دیا ہے-گویا مومن کی نشانی یہ ہے کہ وہ اپنے مومن مسلمان بھائی کی پردہ پوشی کرنے والا ہوتا ہے-

جو عیب ڈھانپتا ہے عربی زبان میں اسے "ستار العیوب" کہتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت ہے- اس لئے اللہ تعالیٰ کی عطا پہ شکر گزار ہونا چاہیے کہ وہ کس حکمت و کرم نوازی سے بندے کے وجود میں اپنی صفت جمال کو پیدا کرنا چاہتا ہے-کیونکہ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی پردہ پوشی کر کے رحمت فرماتا ہے اسی طرح بندے کا وجود بھی رب تعالیٰ کی مخلوق کے لئے سراپا رحمت بن جائے- گویا یہ عطاءِ الٰہی ہے کہ ہم لوگوں کے عیب ڈھانپنے اور پردہ پوشی کرنے والے بن جائیں-

کوئی شخص بھی عیبوں سے خالی نہیں ہے-کسی ایک کا عیب دوسرے پہ ظاہر ہو جائے تو مخلوق برداشت نہیں کرتی لیکن اندازہ لگائیں کہ ہم سب لحہ بہ لحہ، قدم بہ قدم عیبوں اور لغزشوں سے لدے ہوئے ہیں، اس کے باوجود بھی رحیم و کریم خالق نے ہمارے عیبوں پہ پردہ ڈال رکھا ہے-

اس لئے عیبوں کی پردہ پوشی کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے- جب کوئی کسی کا عیب ڈھانپتا ہے تو وہ اخلاقِ الٰہیہ سے متخلق اور صفاتِ الٰہیہ سے متصّف ہو جاتا ہے- اُس کی صفت کا نور اس کی پیشانی سے جگمگانے لگتا ہے اور اس کے دل کو روشن و منور کر دیتا ہے-

سورہ الحجرات سے ایک اخلاقی سبق

- فَتَبَيَّنُوْا — خبر کی خوب تحقیق کر لیا کرو
- فَاَصْلِحُوْا — مسلمین کے درمیان صلح کراؤ
- لَا يَسْخَرْ — ایک دوسرے کا مذاق نہ اڑاؤ
- وَاَقْسِطُوْا — اور انصاف کرو
- وَلَا تَلْمِزُوْا — اور ایک دوسرے کو طعنے نہ دیا کرو
- وَلَا يَغْتَبْ — اور غیبت نہ کرو
- وَّلَا تَجَسَّسُوْا — اور نہ کسی کی ٹوہ میں لگو
- اَجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ — اور بدگمانیوں سے بچو
- وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ — ایک دوسرے کو بُرے القاب سے نہ پکارو

عیب کیا ہیں؟ اگر کوئی ایک ٹانگ سے معذور ہے تو اُس کو لنگڑے اور لُولے کا طعنہ دینا، کسی کے پیشے پہ طعنہ دینا، کوئی آدمی غریب ہے، جوتیاں گانٹھتا ہے، لکڑیاں صاف کرتا ہے، کپڑا بُنتا ہے یا کپڑا سیتا ہے، گوشت کاٹتا ہے وغیرہ کے پیشے کو اُس کی قومیت قرار (Declare) دے کر پھر اُس کو قومیت، پیشے اور غربت کی بنیاد پر طعن دینا کہ فلاں موچی ہے، فلاں قصائی ہے، کوئی فلاں ہے، فلاں ہے یہ طعن بھی اِسی غیبت اور عیب گوئی کے زمرے میں آتا ہے- یاد رکھیں دوستو! کسی کو اُس کے پیشے پہ طعنہ نہ دیں-

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:

لَمَّا عُرِجَ بِيْ مَرَرْتُ بِقَوْمٍ لَهُمْ أَظْفَارٌ مِّنْ نُّحَاسٍ يَخْمُشُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ صُدُوْرَهُمْ فَقُلْتُ: مَنْ هٰؤُلَاءِ يَا جِبْرِيْلُ؟

"جب مجھے معراج پہ لے جایا گیا تو میرا گزر ایسی قوم سے ہوا ان کے ناخن تانبے کے تھے جن سے وہ اپنے چہروں کو اور سینوں کو نوچ (کھرچ) رہے تھے-میں نے کہا: اے جبریل! یہ لوگ کون ہیں؟

تو جبرائیل (علیہ السلام) نے عرض کی (یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)):

"هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ لُحُوْمَ النَّاسِ، وَيَقَعُوْنَ فِيْ أَعْرَاضِهِمْ"[8]

"یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے ہیں اور ان کی عزتوں کے پیچھے پڑتے ہیں"-

اس لیے کبھی کسی کو اُس کے پیشے پہ طعن نہ کیا جائے- یاد رکھیں! اِس زمین پہ رزق حلال کمانے والا کوئی بھی پیشہ ہو چاہے جوتیاں گانٹھنے سے کپڑا بُننے تک، گوشت کاٹنے سے بھیڑ اور بکریوں کے ریوڑ چرانے تک، بال کاٹنے سے مزدوری کرنے تک کوئی پیشہ ایسا نہیں جو کسی ولی، کسی صالح، کسی نبی، اور کسی رسول نے اختیار نہ کیا ہو-اس لئے جو رزق حلال کے

---

[8](سنن أبي داود ، كِتَاب الْأَدَبِ)
(مسندالإمام أحمدبن حنبل)

لئے ادنیٰ سا پیشہ بھی اختیار کرتا ہے وہ ہمیشہ کسی اعلیٰ پیشے کے ذریعے حرام کمانے والے سے معتبر اور عزت دار ہے- کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک لقمۂ حلال ہی ایمان کی بنیاد ہے- لقمۂ حلال کے بغیر انسان کے وجود میں ایمان داخل ہی نہیں ہو سکتا- متعدد صوفیاء کرام نے بھی اپنی کتب میں لکھا ہے کہ ولی کی بنیادی دو شرائط ہیں:

1. صدق المقال (سچ بولنا)
2. اکل الحلال (حلال کھانا)

یعنی اس کی زبان سے جھوٹ، فتنہ، شرّ اور فساد نہ نکلے، اُس کے وجود میں حرام داخل نہ ہو اور حرام کی بدبو سے بھی دور رہے- غیبت بھی بدبو ہے- حضرت جابر بن عبد اللہ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ:

"كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فَارْتَفَعَتْ رِيحُ خَبِيثَةٍ مُنْتِنَةٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم): أَتَدْرُونَ مَا هَذِهِ الرِّيحُ؟ هَذِهِ رِيحُ الَّذِينَ يَغْتَابُونَ الْمُؤْمِنِينَ"[9]

ہم حضور نبی رحمت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بارگاہِ اقدس میں موجود تھے تو اچانک (کسی جگہ سے) بہت بدبودار ہوا اٹھی تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: کیا تم جانتے ہو یہ بدبو کیا ہے؟ (پھر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا) یہ ان لوگوں کی (بدبو دار) ہوا ہے جو ایمان والوں کی غیبت کرتے ہیں"-

حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ:

"رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے عہد مبارک میں اچانک (کہیں سے) بدبودار ہوا آئی تو سیدی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّ نَاسًا مِّنَ الْمُنَافِقِينَ اغْتَابُوا أُنَاسًا مِّنَ الْمُسْلِمِينَ، فَبُعِثَتْ هٰذِهِ الرِّيحُ لِذٰلِكَ"[10]

"بے شک منافقین میں سے کچھ لوگوں نے مسلمانوں کی غیبت کی ہے تو اسی وجہ سے یہ بدبودار ہوا بھیجی گئی ہے"-

گویا غیبت علاماتِ نفاق میں سے ہے- اس لئے مومن اگر کسی کا عیب دیکھتا ہے تو اُس کو باقیوں سے تنہا کرکے اور اپنا فریضہ سمجھتے ہوئے بہت احسن انداز میں اس کی اصلاح کرتا ہے کہ میرے بھائی! مَیں نے آپ میں یہ نقص دیکھا ہے جو میرے نزدیک اخلاقی یا سماجی یا شرعی قانونی قباحت کا باعث ہے آپ براہِ مہربانی اس کو خود سے رفع کریں- نیز، یہ اصلاح کا عمل بھی انہی دو کے درمیان ہی رہنا چاہئے نہ کہ اصلاح کرنے کا بھی ڈھنڈورا پیٹا جائے- اور اصلاح کی بات بھی احسن انداز میں عاجزی سے کی جائے-

حضرت قاسم بن عبد الرحمٰن شامی (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ میں نے ابن اُمّ عبد (رضی اللہ عنہ) کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

"مَنْ أُغْتِيبَ عِنْدَهُ مُؤْمِنٌ فَنَصَرَهُ جَزَاهُ اللهُ بِهَا خَيْرًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَنْ أُغْتِيبَ عِنْدَهُ مُؤْمِنٌ فَلَمْ يَنْصُرْهُ جَزَاهُ اللهُ بِهَا فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ شَرًّا، وَمَا الْتَقَمَ أَحَدٌ لُقْمَةً شَرًّا مِّنِ اغْتِيَابِ مُؤْمِنٍ، إِنْ قَالَ فِيهِ مَا يَعْلَمُ، فَقَدْ اغْتَابَهُ وَإِنْ قَالَ فِيهِ بِمَا لَا يَعْلَمُ فَقَدْ بَهَتَهُ"[11]

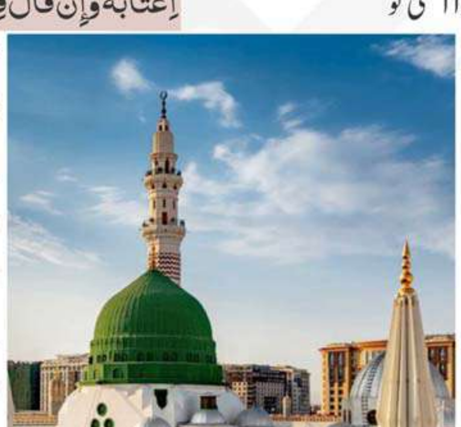

"جس کے پاس کسی مومن کی غیبت کی گئی اور اس نے مؤمن کی مدد کی (یعنی اس کی غیبت کو روکا) تو اللہ پاک اس کو دنیا و آخرت میں اچھا بدلہ عطا فرمائیں گے اور جس کے پاس کسی مؤمن کی غیبت کی گئی اور وہ اس نے مؤمن کی مدد نہ کی (یعنی اس کی غیبت کو نہ روکا) تو اللہ پاک اس کو دنیاو آخرت میں بری جزا عطا فرمائیں گے اور کسی نے مومن کی غیبت سے بڑھ کر کوئی برا لقمہ نہیں لیا- اگر اس نے وہ بات کہی جو وہ جانتا ہے تو اس نے اس کی غیبت کی اور اگر اس نے اس کے بارے میں وہ بات کہی جس کو وہ نہیں جانتا تو اس نے اس پر بہتان باندھا"-

[9](مسند الإمام أحمد بن حنبل)

[10](صِفَةُ النِّفَاقِ وَنَعْتُ الْمُنَافِقِيْنِ/ مساوئ الأخلاق/الأدب المفرد)

[11](الجامع لابن وھب/اَلْأَدَبُ الْمُفْرَدُ)

غیبت کرنے سے لوگوں کے دلوں میں نفرت پیدا ہوتی ہے اور کوئی بھی ایسا عمل جو نفرت کا باعث ہو دین مبین کبھی بھی اس کی اجازت نہیں دیتا- کیونکہ دین کا بنیادی مقصد ہی یہ ہے کہ لوگوں کو ایک دوسرے کے قریب کیا جائے- دوریاں ہوں گی تو فتنہ و فساد اور غلط فہمیاں پیدا ہوں گی- اس لئے صوفیاء فرماتے ہیں کہ ملاقات، صحبت، قربت اور باہمی کلام کرنا بذاتِ خود ہزارہا غلط فہمیوں کو رفع کرتا ہے- سب سے بڑی غلط فہمی دوری سے جنم لیتی ہے کوئی جس سے جتنا دور ہوگا اس کے متعلق اتنا ہی بد ظن ہوگا- اس لئے از روئے قرآن اکثر ظن (برے گمان) گناہ ہوتے ہیں-

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے مروی ہے کہ:

أَنَّ رَجُلَيْنِ صَلَّيَا صَلَاةَ الظُّهْرِ أَوِ الْعَصْرِ وَكَانَا صَائِمَيْنِ، فَلَمَّا قَضَى النَّبِيُّ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اَلصَّلَاةَ- قَالَ: أَعِيدَا وُضُوءَكُمَا وَصَلَاتَكُمَا وَامْضِيَا فِي صَوْمِكُمَا وَاقْضِيَاهُ يَوْمًا آخَرَ قَالَا: لِمَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: اِغْتَبْتُمْ فُلَانًا

”دو آدمیوں نے ظہر یا عصر کی نماز ادا کی اس حال میں کہ وہ دونوں روزے دار تھے تو جب حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نماز ادا فرمالی تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: تم دونوں اپنا وضو بھی دوبارہ کرو اور اپنی نماز بھی دوبارہ پڑھو اور اس روزے کی جگہ دوسرے دن روزہ رکھو ان دو آدمیوں نے عرض کی: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) (شفقت فرمائیں وجہ اعادہ ارشاد فرمادیں کہ ہم سے کیا خطا ہوئی؟) تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: تم نے فلاں شخص کی غیبت کی تھی“-

محدثِ عصر علامہ غلام رسول سعیدی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ یہ حکم مستحب ہے- آپؒ مزید فرماتے ہیں کہ امام بیہقی لکھتے ہیں کہ امام احمدؒ نے فرمایا کہ حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے وضو، نماز، (اسی طرح روزہ) کو دہرانے کا حکم اس لیے فرمایا تھا کہ مسلمانوں کی غیبت یا ان کو اذیت پہنچانے سے جو گناہ سرزد ہوا ہے اس کا کفارہ ادا ہو جائے-

صائب تبریزی کے ایک شعر سے بڑی دلچسپ حکایت اخذ ہوتی ہے کہ:

کسی فقیر کے سامنے یہ کہا گیا کہ تیرے جنگل کی لکڑی تھی، کسی نے کاٹ لی اور کاٹ کر اُس نے اپنی کلہاڑی کا دستہ بنا لیا- اب اس شخص کا مقصد اُس لکڑہارے کی چغلی کرنا تھا کہ میں اس فقیر سے کہوں گا، چونکہ فقیر جلالی ہے فوراً غصے میں آکر اس بندے پہ گرفت کرے گا- اُس فقیر نے جواب دیا کہ اگر تو مجھے یہ کہے میرے جنگل کی لکڑی کسی نے کاٹ کر درویش کی بانسری بنا دی ہے تو مَیں مان سکتا ہوں- لیکن میرے جنگل کی لکڑی کٹ کے کلہاڑی کا دستہ نہیں بن سکتی- جو کلہاڑی کا دستہ بنی وہ میرے جنگل کی لکڑی تھی ہی نہیں-

فقیر کا وجود سراپا رحمت ہوتا ہے کیونکہ فقیر کی بارگاہ میں کسی کا گلہ، غیبت، اور بہتان ترازی اور شکوہ و شکایت نہیں ہوتی- بقول علامہ محمد اقبال:

جو فقر ہوا تلخیٔ دوراں کا گلہ مند
اس فقر میں باقی ہے ابھی بوئے گدائی

اس لئے جو بھی اہل تصوف کی صحبت و معیت حاصل کرتا ہے وہ رحمت کی اوٹ میں آجاتا ہے کیونکہ اہلِ تصوف کے وجود سے رحمتوں اور برکتوں کے چشمے پھوٹتے ہیں-

یہاں ایک دلچسپ واقعہ بیان کرنا چاہوں گا کہ:

”اب ایک آدمی نے داتا صاحب حاضری کا اپنا احوال بیان کیا کہ میں داتا صاحب حاضری کے لئے جا رہا تھا، میرے دل و دماغ میں ایک نقشہ یوں قائم ہوا کہ وہاں بڑے بڑے صلحاء، صوفیاء، اتقیاء، زاہد اور عابد بیٹھے مجھے نظر آئیں گے اور کیا ہی خوب محفل ہوگی، علماء کا جم غفیر ہوگا اور قطار در قطار اؤلیاء اور علماء کھڑے ہونگے - مگر جب میں نے وہاں پہنچ کر منظر دیکھا تو حیران رہ گیا کہ مجھے وہاں عام، گنہگار و خطاکار لوگوں کے روتے چہرے نظر آئے- تو مجھے محسوس ہوا کہ ولی کا دامن ایسا دامن ہے جس پہ اللہ کی رحمت ہوتی ہے اور اس رحمت کی سب سے بڑی نشانی یہ ہے کہ گنہگار وہاں جاکے تسکین پاتا ہے“-

لجپال کہتے ہی اسکو ہیں جو اپنے سے کم تر کو سینے سے لگا کر رکھے- کیونکہ اولیاء اللہ کی تعلیمات ہی یہی ہیں کہ انسان کا

وجود معاشرے کے لئے سراپا امن و خیر بن جائے- اس لیے اہلِ تصوف کو ان کے آداب، اُن کے وجود کی نزاکت سے پہچانا جاتا ہے- کیونکہ وہ ابلیس کی طرح وجودِ آدم کا ظاہر نہیں بلکہ جبریل کی طرح وجودِ آدم کا باطن دیکھتے ہیں - جس نے ظاہر دیکھا اُسے انسان نطفے کی پیداوار نظر آیا، آگ، ہوا، مٹی، پانی اور گوشت پوست کا پتلا- لیکن جس نے باطن میں دیکھا اسے انسان کی روح نظر آئی جو اللہ تعالیٰ نے اس کے وجود میں اپنے نور سے داخل کی-

لہٰذا! یہ انسان کی عظمت کی دلیل ہے کہ وہ دوسرے انسان کے عیبوں کو جانتے ہوئے ان کی پردہ پوشی کرے اور اس کی خوبیوں کو اجاگر کرتے ہوئے اسے محبت کے لئے قبول کرے - جس کی کئی مثالیں ہیں: جیسے والدین میں بچوں کو یا بچوں میں والدین کو نقائص نظر آئیں وہ پھر بھی ایک دوسرے کو خامیوں سمیت اپناتے ہیں اور محبت کے لئے قبول کرتے ہیں- اسی طرح استاد، شاگرد کے اور شاگرد استاد کے، بیوی شوہر کے اور شوہر بیوی کے عیب و نقائص ڈھونڈنے اور ظاہر کرنے اور خوبیوں کو پس پشت ڈالنے لگ جائیں تو معاشرہ چند لمحوں میں ٹوٹ جاتا ہے-

اسی طرح مختلف دفاتر اور اداروں میں مختلف طبیعت اور مزاج کے لوگ کام کرتے ہیں اور اچھا قائد (leader) وہی ہوتا ہے جو اُن تمام کے ساتھ اچھے سلوک سے تمام معاملات کو سرانجام دیتا ہے- یاد رکھیں! بہتر معاملہ مثبت سوچ رکھے بغیر پیدا ہو سکتا ہی نہیں ہے-

شیخ رومی (رحمۃ اللہ علیہ) حکایت بیان کرتے ہیں کہ:

ایک مکھی وہ ہے جو پانی میں گر جائے تو انسان اس پانی کو اُنڈیل دیتا ہے، کھانے میں گر جائے تو وہ کھانا نہیں کھاتا، زخم پے آکر بیٹھ جائے تو اس زخم کی حفاظت کرتا ہے کہ تاکہ وہ عیب دار مکھی زخم کو بڑھا نہ دے- اس کے برعکس ایک وہ مکھی ہے جس کے بطن سے جو مادہ (شہد) نکلتا ہے قرآن اسے لوگوں کے لئے شفا قرار دیتا ہے- بظاہر دونوں مکھیاں ہیں لیکن ایک سے نفرت اور دوسری سے محبت یہ ان کی رسائی (Approach) کی وجہ سے ہے- یعنی جو عام مکھی ہے اگر اس کو پھولوں کے باغیچے میں چھوڑ دیا جائے وہ باغ کے تمام پھلوں، پھولوں، کلیوں اور غنچوں کو چھوڑ کر جہاں تھوڑی سی گندگی ہوگی وہ وہاں بیٹھ جائے گی- لیکن جو شہد کی مکھی ہے اگر اس کو گندگی کے ڈھیر پر چھوڑ دیا جائے جہاں نجاست، غلاظت اور بدبودار چیزیں پڑی ہوں گی، لیکن اگر اس کوڑے کرکٹ کے ڈھیر میں ایک چھوٹا سا پھول پڑا ہوگا تو وہ مکھی ساری گندگی کا ڈھیر چھوڑ کر اس چھوٹے سے پھول پر جا کر بیٹھے گی-

اسی طرح انسان کا معاملہ ہے جو خوبیوں کو چھوڑ کر خامیاں تلاش کرتا ہے اس سے نفرت پیدا ہوتی ہے اور جو خامیوں کے باوجود خوبیوں کو سراہتا ہے اس سے محبت پیدا ہوتی ہے- اس لئے ہمیں اپنی معاشرت میں مثبت رویّہ پیدا کرنے کی ضرورت ہے جو ہمیں سورۃ الحجرات سکھاتی ہے- ہمارے درمیان یہ جو معاشرتی ناسور بڑھتا جا رہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ:

کتنا ہی کوئی گوہرِ نایاب ہو مگر
ہوتا ہے سنگ ریزہ جاہل کے ہاتھ میں
قرآن اک کتاب ہے اسرارِ سرمدی
لیکن ہے آج ملتِ غافل کے ہاتھ میں

لہٰذا! اگر قرآن کریم سے ہمارا تعلق استوار ہو جائے تو کبھی ذلت ہمارا مقدر نہ بنے- اصلاحی جماعت کی یہی دعوت ہے کہ آپ آئیں! بالخصوص میرے نوجوان ساتھی! اس عملی تربیت کو سیکھیں تاکہ ہمارے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور مصطفےٰ کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا عشق جاگزیں ہو- قرآن کریم اور سنت رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حسن معاشرت کے جو آداب سکھائے ہیں ان سے دلوں کو مزین اور منور کریں-

☆☆☆

رپورٹ

سالانہ عظیم الشان میلادِ مصطفیٰ ﷺ و حق باھُوؒ کانفرنس

12 اپریل 2023ء

بمقام: دربارِ عالیہ سلطان العارفین حضرت سلطان باھُوؒ

زیرِ اہتمام: اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین

ادارہ

گزشتہ کئی برسوں سے سالانہ میلادِ مصطفےٰ (ﷺ) کی خوبصورت روایت بر قرار رکھتے ہوئے رواں سال بھی آستانہ عالیہ شہبازِ عارفاں حضرت سلطان محمد عبد العزیز (قدس اللہ سرّہٗ) پر عظیم الشان میلادِ مصطفےٰ (ﷺ) اور عُرس مبارک کی روح پرور تقریب کا اہتمام کیا گیا جس کی صدارت سرپرستِ اعلیٰ اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین، جانشینِ سلطان الفقر حضرت سلطان محمد علی صاحب (مدظلہ الاقدس) نے فرمائی- اس عظیم الشان اجتماع میں پاکستان بھر سے متلاشیانِ حق و عُشّاقانِ مُصطفےٰ (ﷺ) اور مختلف شعبہ ہائے زندگی سے منسلک افراد کی کثیر تعداد قلبی وروحانی اکتسابِ فیض کے لیے حاضر ہوئی- اس موقع پر اصلاحی جماعت کے کارکنان فرائض کی نوعیت کے اعتبار سے مختلف یونیفارم میں ملبوس ہر مرحلے پر زائرین کی سہولت و رہنمائی کے لئے موجود تھے، ابتدائی مرحلے میں پارکنگ انتظامیہ نے شرکاء کی سینکڑوں گاڑیوں کیلئے اُن کے حجم کے اعتبار سے پارکنگ کا اہتمام کیا، اس نظم وضبط کی وجہ سے پروگرام کے شرکاء کو واپسی پر اپنی گاڑی تک رسائی میں کسی قسم کی دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑا، گاڑیوں کی پارکنگ کے بعد سیکورٹی چیکنگ کا مرحلہ شروع ہوتا ہے جس میں تین مختلف چیک پوسٹوں پر چیکنگ کا اہتمام کیا جاتا ہے اور کسی حادثہ کی صورت میں ایمبولنسز، فائر بریگیڈ اور ابتدائی طبی امداد کی فراہمی سے لے کر موبائل سروسز کا گشت اس پروگرام کے اختتام تک جاری رہتا ہے- اگرچہ اس پروگرام میں مختلف

خطوں اور مختلف رنگ و نسل کے لوگ موجود تھے لیکن اس اجتماع میں جو چیز مشترک ہوتی ہے وہ رضائے الٰہی کے لیے جذبۂ صادق اور عشقِ مُصطفےٰ (ﷺ) ہے- یہی اصلاحی جماعت وعالمی تنظیم العارفین کا بنیادی پیغام ہے کہ صحبت و تعلیماتِ اولیاء اللہ کے ذریعے اپنی ظاہری و باطنی اصلاح اور پاکیزگی کا اہتمام کیا جائے تاکہ محبت و معرفتِ حق تعالیٰ اور عشقِ مصطفےٰ (ﷺ) کی دولت نصیب ہو سکے-

یہ اجتماع چونکہ رمضان المبارک کی مقدس ساعتوں میں انعقاد پذیر تھا، اس لیے شرکاء کیلئے وسیع و عریض پیمانے پہ افطاری کا انتظام کیا گیا اور افطار و نماز کے بعد باقاعدہ پروگرام کا آغاز ہوا، جس میں محترم قاری نور محمد صاحب نے تلاوت قرآن مجید کا شرف حاصل کیا جس کے بعد محمد رمضان سلطانی صاحب نے خوبصورت انداز میں نعتیہ کلام پیش کئے جبکہ سٹیج سیکرٹری کے فرائض مفتی محمد منظور حسین صاحب نے سرانجام دیے- اس روح پرور پروگرام میں تحقیقی و خصوصی خطاب شہزادۂ سُلطان الفقر، چیئر مین مسلم انسٹیٹیوٹ و دیوان آف جونا گڑھ صاحبزادہ سلطان احمد علی صاحب نے فرمایا-

خصوصی خطاب کا مختصر خلاصہ:

خطاب کا موضوع منبعِ ولایت مولائے کائنات سیّدنا حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے یومِ شہادت کی نسبت سے ”سیرت و فضائلِ سیدنا حضرت علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہ)“ رہا- خطاب کا آغاز اس پہلو سے ہوا کہ اولیاء اللہ اور صالحین کا پیغام تمام تعصبات اور تفریق سے بالاتر ہے جس کی وجہ سے معاشرے میں محبت و امن، انسان دوستی اور اخوت و بھائی چارے کو فروغ ملا اور لوگوں کے دلوں میں محبت و عشقِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا جذبہ جاگزیں ہوا- یہ اولیاء اللہ کی کاوشیں تھیں جن کی بدولت آج برصغیر پاک و ہند میں اسلام کی شمع روشن ہے- تاریخ میں یہ بات واضح ہے کہ اولیائے کرام نے پوری دنیا میں اپنے فیضان تربیت سے بہت سے علماء، فقہاء، متکلمین اور مجاہدین اسلام پیدا کیے- مثلاً فاتح بیت المقدس سلطان صلاح الدین ایوبی کی تربیت سیدنا حضرت شیخ عبد القادر جیلانی (قدس اللہ سرّہٗ) نے فرمائی- سلطان محمد فاتح (جنہوں نے قسطنطنیہ فتح کیا) سلسلہ نقشبندیہ کے اسلاف اور عظیم تربیت کا شاہکار تھا- اسی طرح اور کئی مثالیں موجود ہیں- یہ وہ لوگ تھے جن کے سینے اولیاء اللہ نے بڑے مقاصد کیلئے کھول دیے تھے- تعلیماتِ قرآن مجید و خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں بھی یہ رغبت دلائی گئی ہے کہ اہل اللہ کی مجلس اختیار کرو-

صاحبزادہ صاحب نے اولیاء اللہ کے سردار شیرِ خدا سیّدنا حضرت علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) کے فضائل و مناقب کی قرآن کریم و احادیث مبارکہ کی روشنی میں نہایت احسن انداز میں تفصیل بیان فرمائی کہ حدیث مبارک کی رو سے آپ (رضی اللہ عنہ) کا ذکر بھی عبادت کا درجہ رکھتا ہے- اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آپ (رضی اللہ عنہ) کی شان میں کئی آیات مبارکہ نازل فرمائی ہیں، اُن میں سے چند آیات مبارکہ پیش کرتے ہیں- ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ ۗ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ“[1]

”پھر اے محبوب جو تم سے عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں حجت کریں بعد اس کے کہ تمہیں علم آچکا تو ان سے فرمادو آؤ ہم تم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں- پھر مباہلہ کریں تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں“-

امام رازی ”تفسیر کبیر“ میں اسی آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

---

[1] (آلِ عمران:61)

جب رسول اللہ (ﷺ) نصاریٰ کے ساتھ مباہلہ کرنے کیلئے تشریف لائے تو آپ (ﷺ) پر سیاہ رنگ کی چادر تھی آپ نے بغل میں امام حسین کو لیا اور امام حسن کا ہاتھ تھامے اور سیدہ کائنات (رضی اللہ عنہا) آپ (ﷺ) کے پیچھے اور حضرت مولائے علی (رضی اللہ عنہ) اُن کے پیچھے تھے - تو آپ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

إِذَا دَعَوْتُ فَأَمِّنُوا---يَا مَعْشَرَ النَّصَارٰى، إِنِّىْ لَأَرٰى وُجُوْهًا لَوْ سَأَلُوا اللهَ أَنْ يُّزِيْلَ جَبَلًا مِنْ مَّكَانِهِ لَأَزَالَهُ بِهَا. فَلَا تَبَاهَلُوْا فَتَهْلِكُوْا وَلَا يَبْقٰى عَلٰى وَجْهِ الْأَرْضِ نَصْرَانِيٌّ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. --- وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ، إِنَّ الْهَلَاكَ قَدْ تَدَلّٰى عَلٰى أَهْلِ نَجْرَانَ، وَلَوْ لَاعَنُوْا لَمُسِخُوْا قِرَدَةً وَخَنَازِيْرَ، وَلَاضْطَرَمَ عَلَيْهِمُ الْوَادِىْ نَارًا، وَلَاسْتَأْصَلَ اللهُ نَجْرَانَ وَأَهْلَهُ، حَتَّى الطَّيْرَ عَلٰى رُؤُوْسِ الشَّجَرِ وَلَمَا حَالَ الْحَوْلُ عَلَى النَّصَارٰى كُلِّهِمْ حَتّٰى يَهْلِكُوْا،

جب میں دعا کروں تو تم نے آمین کہنا ہے (نجران کے وفد کے سربراہ نے کہا) اے گروہ نصاریٰ میں ایسے چہروں کو دیکھ رہا ہوں، اگر یہ کسی پہاڑ کو اُس کی جگہ سے ہٹنے کی دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ اُسے ہٹا دے گا پس اُن سے مُباہلہ نہ کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور تا قیامت زمین پر کوئی نصرانی باقی نہیں رہے گا- (پھر وہ صلح پر آمادہ ہوئے اور سالانہ کچھ مال دینے کا وعدہ کیا اور آپ (ﷺ) نے اُن کے ساتھ صلح فرما لی- پھر آقا کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا) اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے ہلاکت اہل نجران کے قریب آگئی تھی اگر وہ مباہلہ کرتے تو وہ بندر اور خنزیر کی شکل بن جاتے- وادی اور علاقہ اُن پر آگ برساتا اور اللہ تعالیٰ نجران اور ان کے باشندوں کو برباد کر دیتا حتّٰی کہ پرندے درختوں پر بیٹھے انتظار کر رہے تھے ایک سال میں تمام کے تمام نصاریٰ ہلاک و برباد ہو جاتے-

یہ مباہلہ بنیادی طور پہ توحید باری تعالیٰ کے مسئلہ پہ ہونا تھا جس میں ”اَبْنَآءَنَا“ کے تحت اپنے بیٹوں کے لئے حضور نبی کریم (ﷺ) نے حسنین کریمین (رضی اللہ عنہما) کو ساتھ لیا، ”وَنِسَآءَنَا“ کے تحت خواتین میں حضور خاتونِ جنت (علیہا السلام) کو ساتھ لیا اور ”اَنْفُسَنَا“ کے تحت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ساتھ لیا- اس سے معلوم ہوا کہ اہلِ بیت صداقتِ توحید کی دلیل کے طور پہ مباہلہ میں تشریف لے گئے-

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ“[2]

”تو کیا وہ جو اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہو اور اس پر اللہ کی طرف سے گواہ آئے“-

---

[2] (ھود:17)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی (رحمۃ اللہ علیہ) ’’تفسیر مظہری‘‘ میں رقم طراز ہیں کہ:

’’مَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ‘‘ سے مراد حضور تاجدارِ دوعالم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذات ہے اور شاہد سے مراد حضرت علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) ہیں-

قاضی ثناء اللہ پانی پتی (رحمۃ اللہ علیہ) اسی آیت کے تحت مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ:

’’بلاشبہ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) تمام کمالاتِ ولایت کے مرکزی نکتہ اور قطب ہیں- تمام اولیائے کرام، بلکہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) بھی مقام ولایت میں آپ (رضی اللہ عنہ) کے تابع ہیں‘‘-

فکری خطاب کے آخر میں صاحبزادہ صاحب نے اس چیز پہ زور دیا کہ اولیاء کی تعلیمات میں امن و بھلائی اور خیر کا سامان پوشید ہے جو انسان کو ہر قسم کی نفرت، تعصبات، فتنوں اور دیگر سماجی برائیوں سے دور رکھتا ہے -بحیثیت مسلمان ہم پر لازم ہے خود کو اہلِ بیت اطہار، خلفائے راشدین اور صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی سیرت و تعلیمات کے مطابق ڈھالیں- اللہ تعالیٰ ہم سب کو محبت و عشقِ اہلِ بیت نصیب فرمائے- آمین!

پروگرام کے اختتام پہ صاحبزادہ سلطان احمد علی صاحب نے جامعہ غوثیہ عزیزیہ انوار حق باھو سلطان سے فارغ التحصیل ہونے والے 27 طلباء کی دستار بندی کی- اس کے بعد ہزاروں افراد نے سرپرست اعلیٰ اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین حضرت سخی سُلطان محمد علی صاحب (مدظلہ الاقدس) کے دستِ مبارک پر شرفِ بیعت حاصل کرکے سلسلہ ٔ قادریہ میں شمولیت اختیار کی اور اسم اعظم (اسم اللہ ذات) کی لازوال دولت سے سرفراز ہوئے-

☆☆☆

تعلیماتِ حضرت سلطان باھوؒ میں مراقبہ کی اصطلاح

لئیق احمد

وہ لفظ جو کسی شعبہ علم میں کچھ خاص اور جداگانہ معانی کے ساتھ مروج ہو یعنی جس کا کوئی خاص معنی کسی علم یا فن وغیرہ کے ماہرین نے مقرر کر لیا ہو تاکہ انہیں سمجھانے کی غرض سے مستعمل ٹھہرایا جائے اسے ’اِصطِلاح‘ کہا جاتا ہے- کسی بھی علم کے حصول سے قبل ضروری ہوتا ہے کہ اس علم یا فن کی بنیادی اصطلاحات اور ان کی تعریفات سے آشنائی حاصل کرلی جائے تاکہ اصطلاحات کی رُو معلوم ہونے کے بعد قاری کے مطالعہ اور فہم میں ابہام کی گنجائش باقی نہ رہے-

دنیا کے ہر فن اور پیشے کے ماہرین کے ہاں کچھ اصطلاحات ہوتی ہیں جن کے مطالب بمقابل دوسرے فن، علم اور پیشے سے خاص ہوتے ہیں- ان اصطلاحات کے وضع کرنے کے دو فوائد ہوتے ہیں- اول یہ کہ مشکل بات آسان ہو جائے اور اس کے مطالب اچھی طرح سمجھ میں آ جائیں- دوم یہ کہ نااہلوں سے اسرار و رموز کو چھپایا جا سکے-

زیرِ مطالعہ مقالہ علمِ تصوف کی اصطلاحات سے تعلق رکھتا ہے اور علمِ تصوف بھی باقی شعبہ ہائے فنون کی طرح اپنے اندر منفرد اصطلاحات سموئے ہوئے ہے جن سے آگاہی اتنی ہی ضروری ہے جتنی دوسرے علوم کے مطالعے سے قبل ان میں مروجہ اصطلاحات سے واقفیت-

تصوف کا تعلق ان امور سے ہے جن کو صرف حواس خمسہ اور عقل کے ذریعہ سمجھا نہیں جا سکتا بلکہ اس علم کا حصول وجدان کے ذریعے حاصل ہوتا ہے اسی لیے اس علم میں اصطلاحات سے کام لینے کی سب سے زیادہ ضرورت پیش آئی-

اولیائے کاملین کا وطیرہ رہا ہے کہ انہوں نے قرآن و سنت کی روشنی میں عوام الناس کی رہنمائی کے لئے تصنیفات و تالیفات رقم کیں اور اُن میں قربِ الٰہی کے مدارج کو سمجھانے کے لئے مخصوص اصطلاحات کا سہارا لیا جن کو انہوں نے اپنے مشاہدات و احوال کے تناظر میں وضع کیا-

زیرِ نظر مقالہ کا مقصد سلطان العارفین حضرت سلطان باھو (قدس سرہ العزیز) کی تعلیماتِ تصوف میں جابجا استعمال ہونے والی صوفیانہ اصطلاحات کی بنیادی شرح بیان کرنا ہے- تعلیمات حضرت سلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) کی تفہیم کے لئے یہ نکتہ قابل غور ہے کہ بعض دفعہ آپ کسی مسئلہ کو بیان فرمانے لگتے ہیں تو اس کے وجودِ جامعیت پہ مروجہ اصطلاحات کا جامہ تنگ ہونے لگتا ہے تو آپ مسئلہ تفہیم کی غرض سے ایک نئی اصطلاح قائم فرما دیتے ہیں اور اپنی ہی اصطلاح میں اُس مسئلہ کی جامعیت قائم کرتے ہیں- اکثر محققین کو آپ کی تصانیف کی تشریح میں بالخصوص اور مطالعہ میں بالعموم یہ مسئلہ درپیش ہوتا ہے کہ وہ آپ کی بیان کردہ اصطلاح کو مروجہ اصطلاحات کے تناظر میں سمجھنا چاہتے ہیں جو کہ فی الحقیقت اُن سے یکسر مُختلف ہوتی ہے، اِس لئے وہ اُسے نہ صرف سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں بلکہ زیرِ نظر مسئلہ کی تفہیم میں بھی مغالطہ کا ذائقہ چکھ بیٹھتے ہیں- اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ صوفیاء کرام اپنے

احوال و مقامات اور اپنے مشاہدات کے تناظر میں کسی اصطلاح کو وضع یا اس کی تشریح و توضیح فرماتے ہیں- اِس لئے حضرت سلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) کی اصطلاحات بذاتِ خود ایک الگ موضوعِ تفہیم و تحقیق ہیں- اُن اصطلاحات کی تفہیم کیلئے محض فصاحت و بلاغت کا سہارا کافی نہیں ہوتا بلکہ اُس کیلئے کسی ایسے شیخ کی صحبت و معیت اور کسبِ تربیت ضروری ہے جس کی سالکانہ تربیت حضرت سلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) کے منہجِ طریقت و تصوف پہ ہوئی ہو-

زیرِ نظر مقالہ میں کوشش کی ہے کہ اصطلاحات تصوف کے لغوی اور اصطلاحی مفہوم پر بات کی جائے پھر اکابر صوفیاء کرام کی تعلیمات کی روشنی میں ان اصطلاحات کے مفہوم کو جاننے کی کوشش ہوگی اور آخر میں ان اصطلاحات کو تعلیمات حضرت سلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) کی روشنی میں پیش کیا جائے گا-

آغاز از اصطلاحِ مراقبہ می شود-

مراقبہ:

لغوی تعریف:

لغت میں مراقبہ کا لفظ باب راقب یراقب کا مصدر ہے- اس کا مادہ مجردہ رقب ہے جس کے معنی تکنے، دیکھنے، مشاہدہ کرنے کے ہیں- چونکہ مراقبہ باب مفاعلہ کا مصدر ہے اور باب مفاعلہ کی خاصیت یہ ہے کہ یہ باہم فعل کی سرانجام دہی کو ظاہر کرتا ہے- اس لیے مراقبہ کے معنی ”باہم ایک دوسرے کو دیکھنا“ کے ہیں-

مراقبہ ایک قلبی عمل ہے جو لفظ ”رقیب“ سے ماخوذ ہے- رقیب اسمائے الٰہی میں سے ایک اسم ہے جس کے معنی نگہبان، پاسبان کے ہیں اور اس کا ذکر قرآن مجید کی اس آیت میں آیا ہے:

”وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ رَّقِیْبًا“[1]

”اور اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے“-

اہل لغت مراقبہ کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”المُراقبَةُ: حِراسَةُ الشَّيْءِ ومُلاحَظَتُهُ. وتأْتي بِمعنى الحِفْظِ. وتُطْلَقُ المُراقَبَةُ على الخَوْفِ والخَشْيَةِ. وأَصْلُها: الاِنْتِظارُ والتَّرَصُّدُ“[2]

”مراقبہ کسی چیز کی نگرانی کرنا اور اسے ملحوظ رکھنا- مراقبہ کا معنی حفاظت کرنا بھی آتا ہے- اس کا اطلاق خوف اور خشیت پر بھی ہوتا ہے- اس کا اصل معنی انتظار کرنا اور گھات میں رہنا ہے“-

اردو لغت میں مراقبے کا لفظ استغراق، گیان، دھیان، تصور، گردن جھکا کر فکر کرنا اور اللہ کے سوا سب کو چھوڑ کر محض اللہ ہی کی طرف دل لگانے کے لئے آتا ہے-[3]

انگریزی زبان میں مراقبہ کے لئے ”meditation“ کا لفظ مستعمل ہے-

مراقبہ کی اصطلاحی تعریف:

مراقبہ کی اصطلاحی تعریف بیان کرتے ہوئے ابن القیم لکھتے ہیں:

”مراقبة الرب علم العبد و تيقنه باطلاع الله على ظاهره وباطنه فاستدامته لهذا العلم واليقين هي المراقبة“[4]

”رب کا مراقبہ بندے کا علم اور اس کا یقین ہے- ظاہری و باطنی طور پر خدا سے واقف ہو جانا، پس اس علم اور یقین کو برقرار رکھے- یہ مراقبہ ہے“-

امام جرجانی اصطلاحی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اسْتِدامَةُ عِلْمِ العَبْدِ بِاطِّلاعِ الرَّبِّ عليه في جَمِيعِ أَحوالِهِ مع الخَوْفِ مِن عِقابِهِ“[5]

”بندے کو ہمہ وقت اس بات کا علم ہو کہ پروردگار اس کے تمام احوال سے باخبر اور مطلع ہے بایں طور کہ وہ پروردگار کی گرفت سے خوفزدہ رہے“-

---

[1] (الاحزاب:52)

[2] (لسان العرب، ج:1، ص:426)

[3] https://www.rekhtadictionary.com/meaning-of-muraaqaba?lang=ur

[4] (مفتاح الأفكار للتأهب لدار القرار، ج:1، ص:153)

[5] (التعریفات للجرجانی، ص:466)

اس تعریف کی شرح "موسوعۃ المصطلحات الإسلامیۃ" کے مصنف یوں بیان کرتے ہیں:

"المراقبةُ مَنْزِلَةٌ شَرِيفَةٌ، وهي مَعْرِفَةُ العَبْدِ أنَّ اللهَ مُطَّلِعٌ عليه، ناظِرٌ إِلَيْهِ يَرَى جَمِيعَ أَعْمالِهِ، و يَعْلَم كُلَّ ما يَخْطُرُ على بالِهِ، مع مُلازَمَةِ هذا العِلْمِ لِلْقَلْبِ بحيث يَغْلِبُ عليه، ولا يَغْفُلُ عنه. وهذه المَنْزِلَةُ تُوجِبُ تَعْظِيمَ اللهِ تعالى و إِجْلالَهُ وتَرْكَ المَعاصِي، والجِدَّ في الطَّاعاتِ"[6]

"مراقبہ' ایک بہت ہی بلند مقام ہے- اس سے مراد یہ ہے کہ بندہ یہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہے، وہ اسے دیکھ رہا ہے اور اس کے تمام اعمال پر اس کی نظر ہے اور اس کے دل میں جو کچھ خیال گزرتا ہے اس سے بھی وہ آگاہ ہے- یہ خیال ہمہ وقت انسان کے دل پر چھایا رہے اور پل بھر کے لیے وہ اس سے غافل نہ ہو- یہ مقام اللہ کی تعظیم و اِجلال کرنے، گناہوں کو چھوڑنے اور نیکیوں میں محنت و کوشش کرنے کا مؤجب ہے"-

المختصر! مراقبہ اس کامل یقین کا نام ہے کہ رب تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے- یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ فکر آلودہ سے دور ہو کر فکر خالص کا حصول مراقبہ کہلاتا ہے-

مراقبہ اکابر صوفیاء کرام کی تعلیمات کی روشنی میں:

1-امام قشیری (رحمۃ اللہ علیہ):

امام قشیری (رحمۃ اللہ علیہ) کے نزدیک مراقبہ کی اصل حدیث جبریل میں مرتبہ احسان کا بیان ہے-

حضرت سیدنا ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے ایک طویل حدیث پاک مروی ہے کہ:

"حضرت جبریل امین (علیہ السلام) بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور چند سوالات کیے، اُن میں سے ایک سوال یہ تھا کہ "یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اِحسان کیا ہے؟" آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: "تم اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرو کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے تو وہ تمہیں ضرور دیکھ رہا ہے"-[7]

علامہ ابو القاسم عبد الکریم ہوازن قشیری (رحمۃ اللہ علیہ) اس حدیث مبارکہ سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا یہ فرمانا کہ اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے تو وہ تمہیں ضرور دیکھ رہا ہے- مراقبہ کی طرف اشارہ ہے کیونکہ مراقبہ بندے کے اس بات کو جاننے (اور یقین رکھنے) کا نام ہے کہ رب تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے"-[8]

آپ مزید بیان کرتے ہیں:

حضرت سیدنا ابن عطا (رحمۃ اللہ علیہ) سے پوچھا گیا کہ افضل عبادت کیا ہے؟ تو ارشاد فرمایا:

"مُرَاقَبَةُ الْحَقِّ عَلَى دَوَامِ الْأَوْقَاتِ"[9]

"ہر وقت اللہ تعالیٰ کو نگاہ میں رکھنا"-

یعنی اس بات کا علم اور یقین رکھنا کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے-

امام قشیریؒ کے مطابق جو شخص اپنے نفس کا محاسبہ نہیں کرتا وہ مراقبہ میں کامل نہیں ہوتا اور نہ ہی اس پر کشف اور مشاہدے کے درجات کھلتے ہیں- جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:

"مراقبہ ہر نیکی کی اصل ہے اور انسان اس مرتبے تک اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک وہ نفس کا محاسبہ نہ کرے"-[10]

---

[6] (موسوعۃ المصطلحات الإسلامیۃ، ص:245)
[7] (صحیح بخاری، کتاب الایمان)
[8] (الرسالۃ القشیریۃ، باب المراقبۃ، ص:225)
[9] (ایضاً، ص:226)
[10] (ایضاً، ص:404)

مزید شیخ ابو محمد بن محمد بن حسین جریری کا ارشاد بیان فرماتے ہیں:

”جس آدمی نے اپنے اور اپنے خالق کے درمیان تقویٰ اور مراقبہ کو مضبوط نہیں کیا وہ کشف اور مشاہدہ کے درجات تک ہرگز رسائی حاصل نہیں کر سکتا“۔[11]

2-حجۃ الاسلام امام غزالی (رحمۃ اللہ علیہ):

امام غزالیؒ نے ”حقیقت المراقبۃ“ کے عنوان سے باقاعدہ ایک رسالہ تصنیف فرمایا ہے- آپ کی فکر کے تناظر میں مراقبہ کی تفصیل اس رسالے کے مطالعہ سے سمجھی جا سکتی ہے-چند اہم اقتباسات پیش خدمت ہیں:

i. مراقبہ کی تعریف:

”مراقبہ کے معنی ایک دوسرے کو دیکھنا یعنی یہ خیال رہنا کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو دیکھتا ہے اور میں اس کو دیکھتا ہوں“۔[12]

ii. مراقبہ پر صوفیاء کرام کے اقوال:

امام غزالیؒ نے اپنی کتاب میں مراقبہ کی تعریف بیان کرتے ہوئے چند صوفیاء کرام کے اقوال درج کیے ہیں جو پیش خدمت ہیں:

امام التصوف حارث المحاسبی (رحمۃ اللہ علیہ) کا فرمان:

”مراقبہ کا شروع یہ ہے کہ دل کو پروردگار کا علم اور قرب حاصل ہونا چاہیئے“-

حضرت مرتعش (رحمۃ اللہ علیہ) کا قول:

”مراقبہ یہ ہے کہ ہر لحظ ہر کلمے پر غیب کے ملاحظے کے لیے باطن کی رعایت رکھے“-

حضرت محمد بن علی ترمذی (رحمۃ اللہ علیہ) کا فرمان:

”اپنا مراقبہ ایسے شخص کے لیے کر کہ جس کی نظر سے تو غائب نہ ہو اور شکر ایسے کا کر کہ جس کی نعمتیں تجھ سے منقطع نہ ہوں اور طاعت ایسے کی کر کہ جس سے مستغنی نہیں اور خضوع اس کے لیے کر کہ جس کی ملک اور سلطنت سے تو نہ نکلے“-

حضرت سہل تستری (رحمۃ اللہ علیہ) کا فرمان:

”بندے کے دل کو فضل اور شرف اتنا اور کسی چیز سے حاصل نہیں ہوتا جتنا اس بات سے ہوتا ہے کہ یوں جانے کہ میں جہان میں ہوں تو اللہ تعالیٰ میرا شاہد رہے گا“-

کسی بزرگ سے دریافت کیا گیا کہ ”رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ“ کے کیا معنی ہیں تو انہوں نے فرمایا:

”اس کے یہ معنی کہ رضا اُس کی ہو گی جس نے اللہ تعالیٰ کا مراقبہ کیا اور اپنے نفس کا حساب لیا اور اخروی زندگی کے لئے سامان جمع کیا“-

حضرت ذوالنون (رحمۃ اللہ علیہ) کا فرمان:

”بندہ پانچ باتوں سے جنت کو پہنچتا ہے:-

1. استقامت جس میں کجی نہ ہو-
2. اجتہاد جس میں سہو نہ ہو-
3. ظاہر و باطن میں مراقبہ الٰہی-
4. موت کا انتظار اور اُس کی تیاری-
5. نفس کا حساب لینا اس سے پہلے کہ اس سے حساب لیا جائے-[13]

اہلِ تصوّف کے نزدیک مراقبہ کی حقیقت:

امام غزالی (رحمۃ اللہ علیہ) اہل تصوف کے نزدیک مراقبہ کی حقیقت پر فرماتے ہیں:

”اہلِ تصوّف کے نزدیک مراقبہ وہ حالتِ قلبی ہے جو ایک قسم کی معرفت سے حاصل ہوتی ہے اس حالت سے کچھ اعمال اعضاء اور کچھ اعمال دل میں پیدا ہوا کرتے ہیں- پس حالت تو یہ ہے کہ قلب کا رقیب کو

---

[11] (ایضاً)

[12] (حقیقت المراقبہ از امام غزالی، مترجم، مولانا محمد شریف نقشبندی، ص25)

[13] (ایضاً، ص:28-32)

تاکتے رہنا اور اُس کی طرف مشغول اور ملتفت رہنا اور اُسی کو ملاحظہ اور متوجّہ ہونا اور جس معرفت سے یہ حالت پیدا ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دل کی باتوں اور باطن کے احوال کا عالم جاننا اور اُس کو بندے کے اعمال کا رقیب سمجھنا اور سب نفوس کے کسب پر واقف جاننا اور یہ کہ دل کا بھید اُس کے سامنے اس طرح عیاں ہے جس طرح انسان کا ظاہری پوست مخلوق کے سامنے عیاں ہے بلکہ اس سے بھی زائد- پس یہ معرفت تب یقینی ہو جاتی ہے یعنی شک سے خالی ہوتی ہے اور پھر دل پر غالب ہو کر اُس کو دبا لیتی ہے تو قلب کی پاسداری رقیب کی طرف لے جاتی ہے اور اُس کی ہمت کو رقیب کی طرف پھیر دیتی ہے اور اس میں کچھ تعجب کی بات نہیں کہ آدمی کو کسی چیز کا یقین ہو تو مگر اُس پر وہ غالب نہ ہو جیسے موت کا علم کہ اس میں شک تو نہیں مگر دل پر اس کا غلبہ نہیں ہوتا- بہر حال جو لوگ اس معرفت کے یقین کرنے والے ہیں وہ مقرب ہیں اور اُن کی دو قسمیں ہیں:-

پہلی قسم صدیق ہے- دوسری قسم اصحاب یمین ہے- اس لیے ان کا مراقبہ بھی دو قسم کا ہے-[14]

مراقبہ تعلیماتِ حضرت سلطان باھوؒ کی روشنی میں:

سُلطان العارفین حضرت سلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنی تعلیمات میں مراقبہ کی اصطلاح کا کثرت سے استعمال فرمایا ہے بلکہ متعدد کتب میں اس اصطلاح پر باقاعدہ باب رقم فرمایا ہے- اصطلاح مراقبہ کی توضیح و تشریح جس اچھوتے انداز میں آپ نے اپنی کتب میں فرمائی ہے وہ نہایت قابلِ مطالعہ ہے-

بہت ہی کم ایسے نکات ہیں جو دیگر صوفیاء کی کتب میں مل جائیں گے یا جن پر یکسانیت کا گمان ہو سکتا ہے- جتنی جہتوں سے حضرت سلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) نے مراقبہ کو بیان کیا ہے وہ آپ کی ذات کا ہی خاصہ ہے-

مراقبہ کیا ہے؟

1. "مراقبہ دل کی نگہبانی کو کہتے ہیں- مراقبہ ایک نگہبان ہے- جو غیر حق رقیب مثلاً خطراتِ نفسانی، خطراتِ شیطانی، امراضِ پریشانی اور ماسویٰ اللہ کسی بھی چیز کو دل میں نہیں آنے دیتا- مراقبہ واصل بحق کرنے والے اور مشاہدہ خاص بخشنے والے عمل کو کہتے ہیں- مراقبہ محبوب کی محبت، اسرارِ الٰہی و مجلسِ محمدی (ﷺ) کی محرمیّت اور نور الھدیٰ تجلّیٰ ذات کے مطالعہ کو کہتے ہیں"-[15]
2. "مراقبہ نام ہے تحقیق حضوری کا"-[16]
3. "مراقبہ رقیب سے جدا کر کے وحدتِ خدائے تعالیٰ میں غرق کرنے والے عمل کو کہتے ہیں- مراقبہ محبتِ الٰہی کا نام ہے- مراقبہ مقامِ حیؒ قیوم کا لازوال استغراق بخشتا ہے- مراقبہ وہ عمل ہے کہ جس سے بندہ مرنے سے پہلے مر کر احوالِ حضوری اور اسرارِ الٰہی کا مشاہدہ کرتا ہے اور مجلسِ محمدی (ﷺ) کی حضوری سے مشرف ہوتا ہے- مومن کا مراقبہ اُسے اسرارِ معرفت کا محرم کرتا ہے اور منافق و کافر کا مراقبہ اُسے تحت الثریٰ کی پستی میں گراتا ہے"-[17]

4. "مراقبہ ایسے ہے جیسے کہ آفتاب، آفتاب جب رات کی تاریکی کا پردہ پھاڑ کر نکلتا ہے تو زمین و آسمان کے کونے کونے کو روشن کر دیتا ہے یا مراقبہ ستاروں کے جھرمٹ میں چمکتے ہوئے چاند کی مثل ہے- جب صاحبِ مراقبہ آنکھ کھولتا ہے تو جدھر دیکھتا ہے اُس کی تاب نظر سے اللہ کے سوا ہر چیز کا حجاب جل کر خاکستر ہو جاتا ہے"-[18]

[14](ایضاً، ص:37)
[15](شمس العارفین، ص:139)
[16](نور الھدیٰ، ص:491)
[17](عین الفقر، ص:209)
[18](عین الفقر، ص:211)

5. ”مراقبہ رفاقتِ حق کا وسیلہ اور حقیقتِ حق تک پہنچانے کا ذریعہ ہے- مراقبہ ایک آگ ہے جو ہر قسم کے خطرات اور وساوسِ شیطانی کو اس طرح جلاتی ہے جس طرح آگ خشک ایندھن کو جلاتی ہے“-

گر بگویم شرح این احوال را
ہر یکی عبرت خورد عارف خدا

بیت: ”اگر مَیں احوالِ مراقبہ کی شرح کھول کر بیان کر دوں تو ہر آدمی عبرت حاصل کر کے عارفِ خدا بن جائے“-

مراقبہ جو ہر ایمان ہے کہ یہ متفق حضوری اور مقربِ سبحان ہے- مراقبہ نفس کو نفس سے، قلب کو قلب سے، روح کو روح سے، سرّ کو سرّ سے، عیان کو عیان سے اور ذکر کو ذکر سے آزماتا ہے، ایسا ذکر جو لازوال ہو، ایسا فکر جو باوصال ہو-[19]

6. ”مراقبہ یک دِلی کا نام ہے کہ دو دِلی منافقت ہے“-[20]

مراقبہ ذات کیا ہے؟

”مراقبہ ذات کیا ہے؟ مراقبہ میں فقیر کی دو حالتیں ہوتی ہیں- اگر فقیر استغراقِ فنا فی اللہ کی حالت میں ہو تو خوشحال، صاحبِ ذوق اور اشتیاق ہوتا ہے اور اُسے مقامِ ”لِیْ مَعَ اللّٰہِ“ تک رسائی حاصل ہوتی ہے جہاں کسی اور کے پہنچنے کی گنجائش ہی نہیں اور اگر جدائی اور فراق کی حالت میں ہو تو پریشان و ہلاک ہو جاتا ہے- حالتِ استغراق میں اُسے اور کوئی چیز نہیں بھاتی - یہ مقامِ قبض و بسط ہے جہاں دائم وصال ہے نہ دائم فراق- فرمانِ حق تعالیٰ ہے: اور اللہ قبض (تنگی) بھی کرتا ہے اور بسط یعنی فراخی بھی کرتا ہے اور لوٹ کے تو اُسی کے پاس ہی جانا ہے“-[21]

مراقبہ کی اقسام:

”چار قسم کا مراقبہ چار مقامات پر ہوتا ہے:

(1) مراقبۂ شریعت: اِس کا تعلق طاعت و عبادت اور مشاہدۂ ناسوت سے ہے- اِس میں صاحبِ مراقبہ مقامِ ناسوت کو دیکھتا ہے، دنیا کو دیکھتا ہے-

(2) مراقبۂ ملکوت: اِس کا تعلق وِرد و ظائف اور مشاہدۂ ملکوت سے ہے- اِس میں صاحبِ ورد وظائف کو فرشتوں کی سی پاکیزگی تن حاصل ہوتی ہے اور وہ صفاتِ ملائکہ کا حامل ہوتا ہے - اِس میں صاحبِ مراقبہ جو کچھ دیکھتا ہے عالمِ ملکوت کو دیکھتا ہے کہ وہ صفاتِ ملائکہ سے متصف ہوتا ہے-

(3) مراقبۂ جبروت: اِس کا تعلق ذکر اللہ اور مشاہدۂ جبروت سے ہے- اِس میں صاحبِ مراقبہ ذکر اللہ کی حاضرات سے مقامِ جبروت اور مرتبۂ جبرائیلؑ کو دیکھتا ہے-

(4) مراقبۂ لاھُوت: اِس کا تعلق اعمالِ معرفت اور مشاہدۂ لاھُوت سے ہے-اِس میں صاحب مراقبہ جو کچھ دیکھتا ہے مقامِ لاھُوت کو دیکھتا ہے- اِس کے علاوہ ایک پانچواں مراقبہ اور بھی ہے جس کا تعلق حضوریٔ غرق فنا فی اللہ اور مقامِ ربوبیت سے ہے-اِس میں صاحبِ مراقبہ جو کچھ دیکھتا ہے صرف ذاتِ حق کو دیکھتا ہے- توحیدِ ربوبیتِ ذات کے علاوہ کچھ نہیں دیکھتا- یہاں وہ ہر روز اللہ تعالیٰ کو ایک نئی شان سے جلوہ گر دیکھتا ہے جیسا کہ فرمان حق تعالیٰ ہے: ” کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ“ (وہ ہر روز ایک نئی شان سے جلوہ گر ہوتا ہے) اور یہی اُس کا مکان ہے“-[22]

”مراقبہ کئی طرح کا ہوتا ہے، (1) مراقبۂ عام، (2) مراقبۂ خاص، (3) مراقبۂ خاص الخاص، (4) مراقبۂ اخص، (5) مراقبۂ عشق، (6) مراقبۂ محبت، (7) مراقبۂ فنا فی اللہ بقاباللہ غرقِ توحید کہ نہ خبر رہے اپنی نہ مخلوق کی اور نہ منزل و مقام کی، مکمل طور پر غرق فی التوحید- مراقبہ روحِ روحانی (اہلِ قبر کی روح) کی مثل ہے اور

[19] (عقل بیدار، ص:144-145)
[20] (عین الفقر، ص:235)
[21] (عین الفقر، ص:235)
[22] (عین الفقر، ص:214-215)

صاحبِ مراقبہ کا وجود قبر کی مثل ہے - صاحبِ مراقبہ کی روح پل بھر میں زمین و آسمان، عرش و کرسی اور لوح و قلم سے بالاتر مقامات کی طیر سیر کرنے کے بعد اُس کے وجود میں اِس طرح لوٹ آتی ہے جس طرح کہ روحانی کی روح قبر میں لوٹتی ہے"۔[23]

"مراقبہ تین قسم کا ہوتا ہے، مبتدی، متوسط اور منتہی۔ مبتدی مراقبہ یہ ہے کہ صاحبِ مراقبہ ذکر فکر میں اِس قدر غرق ہو جائے کہ اگر کوئی تلوار سے اُس کا سر گردن سے جدا کرنا چاہے تو نہ لرزے نہ جنبش کرے۔ اشتغال اللہ میں اِس درجے کا استغراق بھی ابتدائی و خام مرتبہ ہے۔ متوسط مراقبہ یہ ہے کہ صاحبِ مراقبہ جب ذکر فکر سے مشاہدۂ و معرفتِ الٰہی میں غرق ہو تو ایک ہی مراقبہ میں بارہ سال اِس طرح گزار دے کہ اُسے خبر نہ رہے موسمِ گرما کی نہ سرما کی اور جب بارہ سال بعد مراقبہ سے باہر آئے تو اُسے ایسا لگے گویا پل بھر کا وقفہ بھی نہیں گزرا۔ اِس قسم کا مراقبہ بھی عام ہے۔ منتہی مراقبہ یہ کہ صاحبِ مراقبہ جب ذکر فکر کی بجائے اسمِ اَللّٰہُ کا تصور کرتا ہے تو اسمِ اَللّٰہُ سے اِس قدر نور پھوٹتا ہے کہ اسمِ اَللّٰہُ کا ہر حرف نورِ وحدت کا دریا بن جاتا ہے اور صاحبِ مراقبہ اُس میں غوطہ زن ہو کر ڈوب جاتا ہے۔ نورِ الٰہی میں مستغرق ایسے صاحبِ مراقبہ پر اگر کوئی سو بار بھی تلوار چلائے تو یہ ایسا ہے جیسے کوئی پانی پر پانی مارے کہ صاحبِ مراقبہ کو کوئی گھاؤ لگتا ہے نہ زخم اور نہ ہی اُس کا خون نکلتا ہے بلکہ وہ اپنے حال پر قائم رہتا ہے یا یہ کہ وہ مراقبہ میں غرق ہو کر نفسانی جسم سے باہر آ جاتا ہے اور روحانی جسم کے ساتھ انبیاء و اولیاء کی ارواح سے مجلس و ملاقات کرتا ہے اور لوٹ کر نفسانی جسم میں نہیں آتا۔ اُس کے سارے وجود میں قلبی ذکر جاری ہو جاتا ہے"۔[24]

"اہلِ مکر کا مراقبہ مردود ہے یعنی اُن کے مراقبے کی بنیاد خطرات پر مبنی ہوتی ہے اور اہلِ معرفت کا مراقبہ محمود ہے یعنی اُن کے مراقبے کی بنیاد ذاتِ حق کے وصال پر ہوتی ہے"۔[25]

مراقبہ کے مراتب:

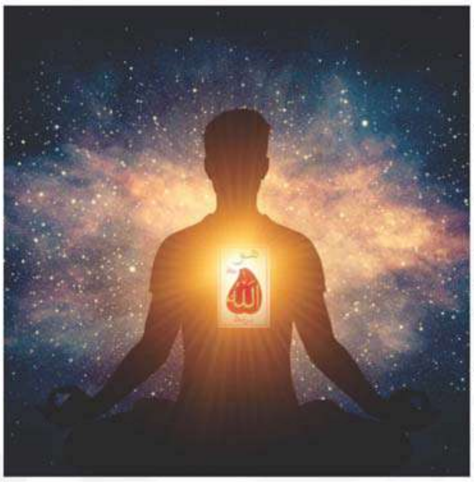

"مراقبہ کے سات مراتب ہیں (1) مراقبۂ جاہل، یہ محض دھوکہ و فریب ہے، (2) مراقبۂ اہل بدعت و اہل سرود، یہ بھی مکر و استدراج ہے، (3) مراقبۂ ذکر، اِس میں ذاکر پر مراتبِ ذکر کھلتے ہیں اور اُس پر حال کے دورے پڑتے ہیں، (4) مراقبۂ فکر، اِس میں صاحبِ تفکر پر مراتبِ احوال کھلتے ہیں۔ ایسے تفکر کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے: "گھڑی بھر کا تفکر دونوں جہان کی عبادت سے افضل ہے"۔ (5) مراقبۂ کامل، اِس میں صاحبِ مراقبہ کو کمال حاصل ہوتا ہے اور وہ عارف باللہ ہو کر صاحبِ عرفان ہو جاتا ہے۔ (6) مراقبۂ مکمل، یہ مراقبہ اہلِ روح اللہ معارف کرتے ہیں۔ (7) مراقبۂ فقر، اُس لا زوال فقر کا مراقبہ ہے جس کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے: "فقر جب کامل ہوتا ہے تو اللہ ہی اللہ ہوتا ہے"۔ یہ مراقبہ وحدانیتِ ذات میں غرق فنا فی اللہ فقیر کرتا ہے"۔[26]

صاحبِ مراقبہ کی فضیلت:

"اہلِ مراقبہ اُسے کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کسی اور چیز کا متلاشی نہ ہو، جمالِ الٰہی اور حُبِّ الٰہی میں اِس طرح غرق ہو کہ اُس پر یہ قول صادق آئے: تیرا گوشت میرا گوشت، تیرا جسم میرا جسم۔ عین

[23] (عین الفقر، ص:209)
[24] (محک الفقر، ص:525)
[25] (عقل بیدار، ص:291)
[26] (عین الفقر، ص:221)

جمالِ عین میں غرق، عفو ہی عفو، اللہ بس ما سویٰ اللہ ہوس‘‘-[27]

’’مراقبہ طالب کو شاہدِ حقیقی کا مشاہدہ بخشنے والا عمل ہے جو صاحبِ مراقبہ کو باطنی صفائی بخش کر قربِ الٰہی اور مجلسِ انبیاء واولیاء کی حضوری سے بہرہ ور کرتا ہے اور اُسے طیر سیر کی راہ سے ایک ہی دم میں اسرارِ الٰہی کا مشاہدہ بخش کر زندہ جاوید کر دیتا ہے- وہ آدمی صاحبِ مراقبہ ہرگز نہیں کہ جس کا مراقبہ بلی کے اُس مراقبے کی طرح ہو جو وہ چوہے کو پکڑنے اور مارنے کے لئے کرتی ہے اور چوہے کے اِنتظار میں پریشان رہتی ہے بلکہ کامل مراقبہ وہ ہے جو رقیب کا وجود مٹا دے‘‘-[28]

’’صاحبِ مراقبہ اسم اللہ ذات کی برکت سے مجلسِ محمدی (ﷺ) کی حضوری حاصل نہیں کر سکتا تو سمجھ لو کہ وہ بے نصیب ہے- مَیں اِس سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں‘‘-[29]

’’صاحبِ نفسِ مطمئنہ کا چشم بند مراقبہ گویا خونِ جگر پینا ہے- ایسا کامل مراقبہ و مکاشفہ دریائے توحید کا استغراق ہے- جو اِس مراقبہ تک نہیں پہنچا اُس کا نفس تابع و مسلمان نہ ہوا اور نہ ہی وہ مقامِ مومن پر پہنچا- مقامِ مومن معرفتِ الٰہی میں محو ہو کر اپنی ہستی کو مٹانا اور نفس مردود کو فنا کرنا ہے- رسول اللہ (ﷺ) کا فرمان ہے: ’’جس نے اپنے نفس کو فنا سے پہچانا بے شک اُس نے اپنے ربّ کو بقا سے پہچانا‘‘-[30]

’’اگر بارہ ہزار صاحبِ دعوت و صاحبِ وِرد وظائف و تسبیح خوان جمع ہو جائیں تو ایک ذاکر کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتے- اگر بارہ ہزار ذاکر جمع ہو جائیں تو ایک صاحبِ مذکور الہام کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتے، اگر بارہ ہزار صاحبِ مذکور الہام جمع ہو جائیں تو ایک صاحبِ استغراقِ مراقبہ کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتے، اگر بارہ ہزار صاحبِ استغراقِ مراقبہ جمع ہو جائیں تو ایک فنا فی اللہ فقیر کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتے کہ غرق فی التوحید موحد کو دونوں جہان میں دائمی حیات نصیب ہوتی ہے اور وہ ’’اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَھُوَ اللّٰہُ‘‘ کے مرتبے پر فائز ہوتا ہے- اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس‘‘-[31]

مراقبہ کتنی چیزوں سے تعلق رکھتا ہے؟

’’مراقبہ چار چیزوں سے تعلق رکھتا ہے اور وہ محض چار ’’م‘‘ ہیں- پہلی ’’م‘‘ مراقبۂ محبت ہے- مراقبۂ محبت سے اسرارِ پروردگار کا مشاہدہ کھلتا ہے- یہ مراقبہ تصورِ اسم اَللّٰہُ سے ہوتا ہے- دوسری ’’م‘‘ مراقبۂ معرفت سے توحید یعنی نورِ الٰہی سے نمودار ہوتا ہے یہ مراقبہ تصورِ اسم لِلّٰہِ سے ہوتا ہے- تیسری ’’م‘‘ مراقبۂ معراج الصلوٰۃ ہے جس سے دل میں مشاہدہ کھلتا ہے اور ذوق بخش و فرحت انگیز ذکر جاری ہوتا ہے جس سے تمام وجود ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے اور جسم کے ہر بال کی زبان سے اللہ تعالیٰ کے نام کا ذکر جاری ہو جاتا ہے- یہ مراقبہ اسم ’’لَہٗ‘‘ کے تصور سے ہوتا ہے- چوتھی ’’م‘‘ مراقبۂ مجموعۃ الوجود ہے- مراقبۂ مجموعۃ الوجود سے سر سے قدم تک وجود کے ساتوں اندام نور نوادر کے مشاہدہ میں غرق ہو جاتے ہیں جس سے صاحبِ مراقبہ اپنے نفس و شیطان پر غالب و قادر ہو جاتا ہے اور صاحبِ مراقبہ جب تک مجلسِ انبیاء واولیاء میں ہر ایک سے ملاقات نہیں کر لیتا مراقبہ سے باہر نہیں آتا- اگرچہ باطن میں وہ ستر سال مراقبہ میں رہتا ہے مگر ظاہر میں لوگوں کے نزدیک اُس کا آنکھیں بند رکھنا محض پلک جھپکنے کی دیر کے لئے ہوتا ہے‘‘-[32]

صاحبِ مراقبہ کے دشمن:

’’چار چیزیں صاحبِ مراقبہ کی دشمن ہوتی ہیں، ایک کشف، دوسری کرامات، تیسری رجوعاتِ خلق اور

---

[27](عین الفقر، ص:211)
[28](محک الفقر، ص:127)
[29](محک الفقر، ص:103)
[30](کلید التوحید خورد، ص:22)
[31](عین الفقر، ص:351)
[32](کلید توحید خورد، ص:66)

چوتھی طیر سیر طبقات- جو آدمی اِن چاروں سے جدائی اختیار کر لیتا ہے وہ مراقبۂ تصورِ اسمِ اللہ ذات میں غرق ہو کر فنا فی اللہ ہو جاتا ہے‘‘۔[33]

تصور اسم اللہّٰ ذات کا مراقبہ:

’’مراقبہ کا تعلق قربتِ موت سے ہے- جب کوئی توجہ سے تصورِ اسم اللہ ذات کا مراقبہ کرتا ہے تو اُس پر احوالِ موت کا مشاہدہ کھل جاتا ہے جس میں وہ احوالِ جان کنی کا معائنہ کرتا ہے، حقیقتِ قبر سے واقف ہوتا ہے، منکر و نکیر کے سوال و جواب سے گزرتا ہے، حساب گاہِ روزِ قیامت کو دیکھتا ہے، پل صراط سے بہ سلامت گزر کر بہشت میں داخل ہوتا ہے، حور و قصور کا تماشا دیکھتا ہے اور دیدارِ انوارِ پروردگار سے مشرف ہوتا ہے‘‘۔[34]

’’جب کوئی صاحبِ غرق طالب طریقِ محمدی (ﷺ) سے تصورِ اسمِ اللہ ذات کا اِنتہائی خاص الخاص مراقبہ کرتا ہے اور مردے کی طرح جان سے بے جان ہو جاتا ہے تو مراقبہ اُسے پل بھر میں مراتبِ معراج پر پہنچا دیتا ہے کہ یہ مراقبہ اُن لائقِ دیدار مردانِ خدا کو نصیب ہوتا ہے جو مردار ناسوت سے تارک فارغ ہوتے ہیں اور تصورِ اسمِ اللہ ذات کے ایک ہی دم سے کرمِ الٰہی کی ستر ہزار سالہ راہ کو طے کر لیتے ہیں‘‘۔[35]

’’صاحبِ مراقبہ اسمِ اللہ ذات کی برکت سے مجلسِ محمدی (ﷺ) کی حضوری حاصل نہیں کر سکتا تو سمجھ لو کہ وہ بے نصیب ہے- مَیں اِس سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں‘‘۔[36]

کس کو مراقبہ کی حاجت نہیں رہتی:

’’اُس آدمی کو مراقبے کی کوئی حاجت نہیں جسے ظاہر باطن میں اللہ تعالیٰ کا قرب و معیت نصیب ہو اور وہ ہر وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں حاضر رہتا ہو‘‘۔[37]

’’کامل قادری کو ذکر فکر، ورد وظائف اور مراقبہ و مکاشفہ کی کیا حاجت؟ کیونکہ قادری باعیاں ہو کر پورے یقین و اعتبار کے ساتھ ساکنِ لاھُوت لامکان ہو جاتا ہے‘‘۔[38]

’’مراقبہ سے کیا کام؟ سر سے قدم تک مست فقیر کے وجود کے ساتوں اندام نور ہی نور ہوتے ہیں اور اُس کی ہر بات بارگاہِ الٰہی کا سوال جواب ہوتا ہے-

بیت: ’’مَیں محرمِ رازِ مست اور اہلِ کرم عارف ہوں اور مست بے غم ہوتا ہے‘‘۔[39]

طالب کا مراقبہ میں مختلف احوال کا مشاہدہ کرنا:

’’طالب اللہ خواب و مراقبہ میں حیوانات دیکھتا ہے تو سمجھ لیجئے کہ اُسے مراتبِ دنیا نصیب ہیں کہ حیوانات کا تعلق مطلق ناسوت سے ہے- اگر طالب خواب یا مراقبہ میں باغ و بہار اور حور و قصور دیکھتا ہے تو جان لیجئے کہ طالب مجاہدۂ عاقبت میں مشغول ہے اِس لئے اُس کے نصیب میں عقبیٰ ہے اور اگر طالب خواب یا مراقبہ میں انبیاء واؤلیاء کا ہم مجلس ہو کر اُن سے ملاقات کرتا ہے اور فقراء کی صحبت میں بیٹھ کر ذکرِ اَللہ میں مشغول رہتا ہے تو جان لیجئے کہ وہ طالبِ مولیٰ ہے اور اُس کے نصیب میں طلبِ مولیٰ ہے- اُسے دنیا و عقبیٰ سے کوئی غرض نہیں کہ اُس کے نزدیک اللہ بس ماسوٰی اللہ ہوس ہے-[40]

صاحب مراقبہ کو کیسے بیٹھنا چاہیئے؟

’’سب سے پہلے صاحبِ مراقبہ کو چاہیے کہ وہ مربعہ صورت میں بیٹھے اور سر کو زانو پر لے جائے تاکہ وہ ایک مردہ معلوم ہو یا وہ آغازِ مراقبہ میں ماتم زدگان کی طرح بیٹھے اور اپنے وجود کے تمام اعضاء کو قید کر کے اطمینان کے ساتھ ذکر فکرِ مولیٰ کی طرف متوجہ ہو جائے تاکہ مراقبہ اُسے ملاقاتِ انبیاء و اولیاء کے اعلیٰ

[33] (محک الفقر، ص:527)
[34] (عقل بیدار، ص:143)
[35] (محک الفقر، ص:55)
[36] (محک الفقر، ص:103)
[37] (محک الفقر، ص:127)
[38] (نورالہدیٰ، ص:481)
[39] (نورالھدیٰ، ص:253)
[40] (محک الفقر، ص:571)

مراتب پر لے جائے- اِس مراقبہ سے اعلیٰ مرتبہ اور کوئی نہیں- مراقبہ مردانِ خدا کا مرتبہ ہے- نیز مراقبہ دو قسم کا ہے- بعض آدمی دل کی آنکھ سے مراقبہ کرتے ہیں اور بعض آدمی آنکھوں سے مراقبہ کرتے ہیں چنانچہ وہ خواب میں نماز پڑھتے ہیں- یہ مراقبہ لائقِ دیدار ہے- مراقبہ وہ نہیں کہ جس میں صاحبِ مراقبہ شیطانی وسوسوں اور خناس و خرطوم میں گھر کر خوار رہتا ہے‘‘-[41]

’’مراقبہ تو اِس طرح کرنا چاہیے کہ جیسے غواص سمندر میں غوطہ زنی کرتا ہے اور ہر بار سمندر سے موتی نکال لاتا ہے‘‘-[42]

مراقبہ میں اذان دینا یا امامت کرنا:

’’اگر کوئی شخص خواب یا مراقبہ میں اذان دیتا ہے یا امامت کرتا ہے یا تلاوتِ قرآن کرتا ہے یا ذکرِ اَللّٰہُ کرتا ہے یا وضو و غسل کرتا ہے یا حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کی مجلس میں حاضر ہوتا ہے تو یہ اِس کی علامت ہے کہ اُس کا نفس و قلب و روح ایک ہو چکے ہیں اور وہ ہدایتِ الٰہیہ سے مشرف ہو چکا ہے‘‘-[43]

مراقبہ میں رؤیت باری تعالیٰ:

’’امامِ اعظم (رحمۃ اللہ علیہ) نے خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا اور اہلِ شرح نے اِسے جائز قرار دیا اور اہلِ ربوبیت کا اللہ تعالیٰ کو اُس مراقبہ میں دیکھنا روا ہے کہ جس میں وہ خود سے بے خود ہو جائیں اور یہ اِس آیتِ کریمہ کے عین مطابق ہے کہ: ’’اپنے ربّ کی یاد میں اِس قدر غرق ہو جا کے تجھے اپنی بھی خبر نہ رہے‘‘- ایک اور آیتِ کریمہ میں فرمان حق تعالیٰ ہے: ’’جو یہاں (دیدِ حق سے) اندھا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا ہی رہے گا‘‘-[44]

’’مراقبہ کا تعلق قربتِ موت سے ہے- جب کوئی توجہ سے تصورِ اسم اللہ ذات کا مراقبہ کرتا ہے تو اُس پر احوالِ موت کا مشاہدہ کھل جاتا ہے جس میں وہ احوالِ جان کنی کا معائنہ کرتا ہے، حقیقتِ قبر سے واقف ہوتا ہے، منکر و نکیر کے سوال و جواب سے گزرتا ہے، حساب گاہِ روزِ قیامت کو دیکھتا ہے، پل صراط سے بہ سلامت گزر کر بہشت میں داخل ہوتا ہے، حور و قصور کا تماشا دیکھتا ہے اور دیدارِ انوارِ پروردگار سے مشرف ہوتا ہے‘‘-[45]

خلاصہ کلام:

اس بات کو سمجھنے کی اشد ضرورت ہے کہ مراقبہ طالب و سالک کیلئے ایک ایسی راہ ہے جو اسے بارگاہِ الٰہی کی طرف گامزن کرتی ہے- اگرچہ مراقبہ کئی طریقوں سے ہوتا ہے لیکن اس کا مقصد محض ذاتِ الٰہی کا وصال ہونا چاہئے- تصوف کی ان اصطلاحات کو سمجھ کر صحیح معنوں میں تعلیماتِ تصوف کا ادراک کیا جاسکتا ہے- علاوہ ازیں وہ تمام باطل نظریات جنہیں تصوف سے موسوم کیا جاتا ہے ان کا قلع قمع کیا جاسکتا ہے-

☆☆☆

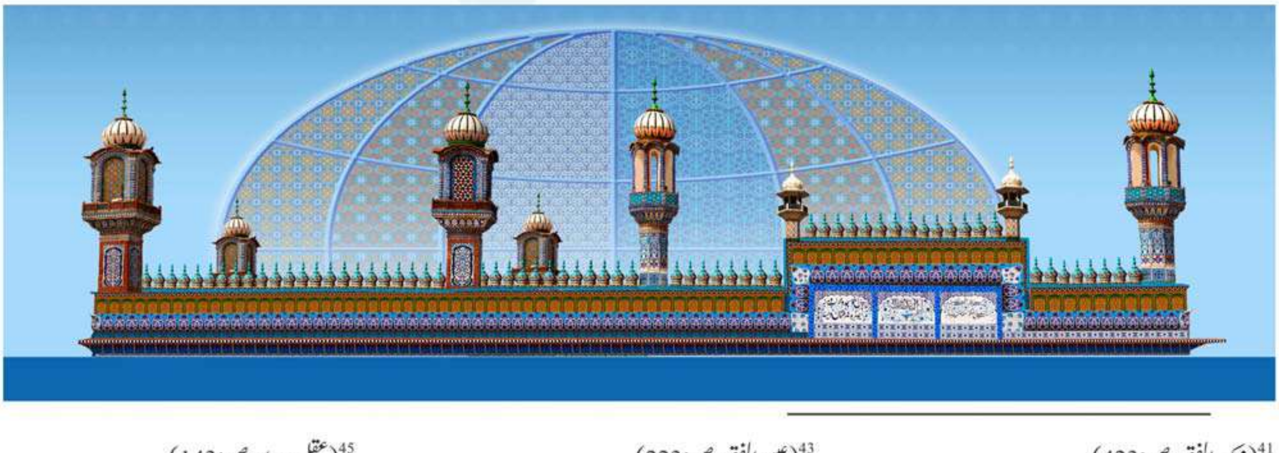

[41](محک الفقر، ص:423)

[42](عین الفقر، ص:217)

[43](عین الفقر، ص:223)

[44](عین الفقر، ص:215)

[45](عقل بیدار، ص:143)

شمس العارفین

قسط: 28

تصنیف لطیف از:
سلطان الفقر (پنجم) سلطان العارفین
حضرت سخی سلطان باھوؒ

مترجم: سید امیر خان نیازی

جب وجود پر مجلسِ محمدی (ﷺ) کے اِن نیک احوال کی تاثیر ہوتی ہے تو شریعتِ محمدی (ﷺ) کی برکت سے وجود کا تانبا اکسیر بن جاتاہے-سارے وجود میں ذوقِ شوقِ محمدی (ﷺ)، معرفت ووصالِ محمدی (ﷺ)، جمعیت و حالِ محمدی (ﷺ) اور رضائے محمدی (ﷺ) بھر جاتی ہے، وجود سے تمام ناشائستہ خصلتیں ناپید ہو جاتی ہیں اور ظاہر و باطن کے تمام مراتب منکشف ہو جاتے ہیں- جب عارف باللہ اِس مقام پر پہنچ جاتا ہے تو اُسے دعا کے لئے ہاتھ اُٹھانے سے شرم آتی ہے کہ اہلِ حضور کا بھلا التماس و التجا سے کیا واسطہ؟ وہ دعا و بددعا اور کشف و کرامات کے اظہار سے ہزار بار استغفار کرتا ہے کہ اہلِ حضور کے لئے اسمِ اَللّٰہُ پر نگاہ رکھنا ہی کشف و آگاہی ہے- اہلِ حضور کا وہم بھی مقامِ وحدانیت سے ہوتا ہے، وہ جب بھی وہم کرتا ہے اُس کی ہر مشکل حل ہو جاتی ہے اور ظاہر باطن کا ہر مطلب اُسی وقت حاصل ہو جاتا ہے-اہلِ حضور کا خیال بھی انتہائی کامل ہوتا ہے، وہ جس کام کے متعلق بھی خیال کرتا ہے وہ فوراً اور اُسی وقت ہو جاتا ہے- اہلِ حضور کی دلیل بھی حضوریٔ ربِّ جلیل کی دلیل ہوتی ہے کہ وہ ہر وقت ذکر اللہ کے نور میں غرق رہتا ہے اِس لئے وہ جس کام کی بھی دلیل کرتا ہے وہ فوراً ہو جاتا ہے- صاحبِ باطن عارف باللہ ہر وقت حضوری میں غرق رہتا ہے اور ہر لحظہ و ہر ساعت اللہ تعالیٰ سے ہم کلام رہتا ہے اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے شوق میں مسرور رہتا ہے، اُس کا ابتدائی مرتبہ ”مومن“ ہے جس کے متعلق فرمایا گیا ہے: ”مومن مومن کا آئینہ ہے“- معلوم ہونا چاہیے کہ علمائے عامل شکر گزار ہوتے ہیں اور اُنہیں ہر رات یا ہر جمعہ کی رات یا ہر ماہ و سال میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیدارِ پُر انوار نصیب ہوتا ہے لیکن بعض کو یاد رہتا ہے اور بعض کو نہیں رہتا، پس علماء اور حفاظِ قرآن کا ادب کیا کرو کہ صحیح طریق یہی ہے- وہ اہلِ معرفت و اہلِ قرب ولی اللہ فقیر جو ہمیشہ دل پر اسمِ اللہ ذات لکھنے کی مشق کرتا رہتا ہے اور اُسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلسِ خاص الخاص کی دائمی حضوری حاصل رہتی ہے اُس کی سات نشانیاں ہیں- اوّل یہ کہ اُسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وجود مبارک سے مشک سے بہتر خوشبو آتی ہے اور خدائے تعالیٰ کے بھیدوں میں سے یہ ایک بھید ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وجود مبارک میں نفسِ امارہ نہیں تھا اور نہ ہی آپ کے وجود میں طمع و حرص و ہوا اور حسد پایا جاتا تھا، آپ ہمیشہ قربِ فنافی اللہ میں غرق رہتے تھے- آپ کی پیدائش باپ کے آبِ منی سے نہیں کی گئی بلکہ جبرائیل علیہ السلام نے بہشت سے شجرۃ النور کا پھل لا کر بی بی آمنہ (رضی اللہ عنہا) کو کھلایا تھا- اُسی شجرۃ النور کی خوشبو آپ کے سارے وجود میں سر سے قدم تک رچی ہوئی ہے اور سارے جہان میں مشہور ہے- دوم اُس کا دل ظاہر باطن میں غنی رہتا ہے- سوم وہ جو بات بھی کرتا ہے نص و حدیث کے مطابق کرتا ہے- چہارم ہر وقت لباسِ شریعت میں ملبوس رہتا ہے- پنجم سنت جماعت کو خود پر لازم رکھتا ہے- ششم نافع المسلمین ہوتا ہے- ہفتم سخاوت میں بے نظیر ہوتا ہے، بظاہر عوام میں گھل مل کر رہتا ہے لیکن بباطن غرق فنافی اللہ ہوتا ہے-

ابیات: ''اے باھُو! جس کے دل کی نوری آنکھ کھل جاتی ہے وہ غرور سے پاک ہو جاتا ہے اور اُسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دائمی صحبت نصیب ہو جاتی ہے- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہرے کی زیارت سے اُس کے تمام مطالب پورے ہو جاتے ہیں اور وہ غرق فنا فی اللہ حضور ہو جاتا ہے اور عرش و کرسی ولوح و قلم اُس کے دل میں سمائے رہتے ہیں- جو دل کی حقیقت کو پالیتا ہے وہ غم و الم سے محفوظ رہتا ہے''-

القصہ! جو فوائد مجلسِ محمدی (ﷺ) کی حضوری سے حاصل ہوتے ہیں اُنہیں مکمل طور پر بیان نہیں کیا جا سکتا-

باب ششم:

علمِ دعوتِ قبور کے بارے میں

جب کوئی توجہ و تصرف کے ساتھ روحی زبان سے علمِ دعوت [1] پڑھتا ہے تو تمام انبیاء و اؤلیاء اور جملہ اہلِ ایمان کی ارواح بھی اُس کے گرد حلقہ بنا کر اُس کی امداد و رفاقت میں علمِ دعوت پڑھنے لگتی ہیں- ایسی دعوت سے ایک ہی دم اور ایک ہی قدم پر مشرق سے مغرب تک ملکِ سلیمانی جیسی حکومت صاحبِ دعوت کے قبضے و عمل داری میں آجاتی ہے- ایسی دعوت کو مستجاب دعوت کہا جاتا ہے- جو کوئی نوری زبان سے تصورِ اسم محمد (ﷺ) کی دعوت پڑھے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقدس و معظم و مکرم روح مبارک اور چھوٹے بڑے تمام اصحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی ارواحِ مبارکہ بھی اُس کے گرد حلقہ بنا کر اُس کی امداد و رفاقت میں آیاتِ قرآن سے علمِ دعوت پڑھتی ہیں- ایسی دعوتِ تکسیر کا عمر بھر میں ایک ہی بار پڑھنا کافی ہوتا ہے-

شرحِ دعوت

دعوت وہ عمل ہے کہ جس سے دونوں جہان کے مطالب حاصل ہوتے ہیں- وہ کون سی دعوتِ قرآن ہے کہ جو اگر پڑھی جائے تو دارِ حرب کے کافر دشمنوں کے ہزاراں ہزار لشکر حیرت و عبرت کا شکار ہو جائیں اور دست بستہ حاضر ہو کر دینِ محمدی (ﷺ) اختیار کر لیں- وہ کون سی دعوت ہے کہ جس میں اگر قرآن مجید اور اسمِ اَللّٰہُ پڑھا جائے تو تمام دشمن اندھے ہو جائیں اور جب صلح کر کے سامنے آئیں تو اُن کی بینائی لوٹ آئے- وہ کون سی دعوت ہے کہ جس میں اگر قرآن پڑھا جائے تو تمام دشمنانِ دین دیوانے اور مجنون ہو جائیں، اُن کے تمام لشکری اِس قدر بے خود ہو جائیں کہ اُنہیں اسلحہ یاد رہے نہ گھر بار اور نہ وہ زبان کھولیں اور اُس وقت تک حیران و پریشان اور خراب حال رہیں جب تک کہ صاحبِ دعوت بزرگ کی زیارت کر کے جمعیت و ہوشمندی حاصل نہ کر لیں- وہ کون سی دعوت ہے کہ جس میں قرآن پڑھنے سے جملہ جن واِنس و موکل فرشتے صاحبِ دعوت کی قید و قبضے میں آجائیں- وہ کون سی دعوت ہے کہ جس کے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کے تمام غیبی خزانے زمین سے نکل کر صاحبِ دعوت کے تصرف میں آجائیں اور مشرق سے مغرب تک ہفت اقلیم کے حکمران اُس کے قبضے میں آکر اُس کے حلقہ بگوش غلام و طالب مرید بن جائیں اور وہ کون سی دعوت ہے کہ جس میں اگر اسمِ اعظم پڑھ کر مٹی کے ڈھیلے یا سنگریزے پر دم کر دیا جائے تو وہ فی الفور چاندی یا سونا بن جائے-

(جاری ہے)

---

[1] علمِ دعوت = یہ ایک دینی عمل ہے جس میں اہلِ قبور کے مزارات پر ایک خاص ترتیب سے قرآن مجید پڑھا جاتا ہے جس سے اہلِ قبور کی ارواح حاضر ہو جاتی ہیں اور مطلوبہ مقصد کے حصول میں صاحبِ دعوت کی مدد کرتی ہیں- اِسے علمِ دعوتِ قبور یا علم تکسیر کہا جاتا ہے- اِسی کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:

''اِذَا تَحَیَّرْتُمْ فِی الْاُمُوْرِ فَاسْتَعِیْنُوْا مِنْ اَھْلِ الْقُبُوْرِ'' ''جب تم اپنے معاملات میں پریشان ہو جایا کرو تو اہلِ قبور سے مدد مانگ لیا کرو''-

علمِ دعوت صرف دینی معاملات میں مدد کے لیے پڑھی جاتی ہے- اگر کسی دنیوی معاملے میں پڑھی جائے تو اُلٹا خسارہ ہوتا ہے-

ABYAT-E-BAHOO

ابیاتِ باھو

کلمے لکھ کروڑاں تارے ولی کیتے سے راہیں ھو
کلمے نال بجھائے دوزخ جتھے اگ بلے از گاہیں ھو
کلمے نال بہشتیں جاناں جتھے نعمت سنج صباحیں ھو
کلمے جیہی کوئی ناں نعمت باھو اندر دوہیں سرائیں ھو

Kalima has swam hundred millions wayfarers across Hoo
Kalima extinguishes hell fire, which burns furiously Hoo
With kalima will enter havens where are blessings in the morning and evening will pass Hoo
There are no blessings like kalima Bahoo within both worlds Hoo

Kalmay lakh ka'Ro'Ra'N taray wali kitay sai rahe'N Hoo
Kalmay naal bujhaye doza'Kh aag ballay az gahe'N Hoo
Kalmy naal bahishtai'N jana'N jithay naimat sanj 'Sabahe'N Hoo
Kalmay jaihi koi na'H naimat Bahoo andar dohai'N sarae'N Hoo

Translated by; M. A. Khan

تشریح:

1-سیدی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے دین کے تین درجات بیان فرمائے: اسلام (ظاہری ارکان کی ادائیگی) ایمان (بنیادی عقائد) اوراحسان (عمل بہ مشاہدہ)-ان تینوں کی بنیاد کلمہ طیبہ پہ ہے اور جو کوئی جس مقام پہ بھی ہے کلمہ طیبہ کی اہمیت کا انکار نہیں کر سکتا-لاکھوں کروڑوں کو کلمہ طیبہ کے ذکر کی بدولت راہ معرفت نصیب ہوئی اور سینکڑوں سالکوں کو مرتبہ ولایت نصیب ہوا-کلمہ طیبہ کس طرح طالب اللہ مقامات و مراتب دلواتا ہے اس کی وضاحت میں سُلطان العارفین حضرت سخی سُلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

”پس کلمہ طیب کے اِقرار کا اِنحصار تصدیقِ دل پر ہے اور تصدیقِ دل کا اِنحصار توفیقِ روح پر ہے- جس طالب کو تصدیق و توفیق نصیب ہو جاتی ہے وہ ولایتِ اَولیاء میں حضرت رابعہ بصریؒ و حضرت بایزید بسطامیؒ کے مرتبے پر پہنچ جاتا ہے ورنہ محض زبانی کلمہ طیب پڑھنے والے یزید منافق تو بہت زیادہ ہیں-جو آدمی کلمہ طیب کی حقیقت جان کر اُس کی تصدیق کر لیتا ہے وہ صادقِ مطلق ہو جاتا ہے“-(محک الفقر کلاں)

2-اگر جان کنی کے وقت کلمہ طیب پڑھ لیا جائے تو شیطان کے شر سے بچنے کا حصار بن جاتا ہے-کلمہ آتشِ دوزخ سے نجات کی ڈھال ہے (محک الفقر کلاں)- (اور) ”جب کوئی کلمہ طیب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ کا اقرار کرتا ہے تو اُس پر دوزخ کی آگ حرام ہو جاتی ہے“ (عقلِ بیدار)-ایک مقام پر ارشاد فرمایا: ”جو شخص زندگی میں سو بار لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ پڑھ لیتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس کے ساتوں اندام پر آتشِ دوزخ حرام فرما دیتا ہے“ (عین الفقر)-ایک اور مقام پہ فرمان مبارک ہے: ”جو شخص نماز پڑھنے کے بعد بلند آواز سے مدّ کھینچ کر کلمہ طیب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ کا ذکر کرتا ہے اُس پر آتشِ دوزخ حرام ہے“-

3-رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے ارشاد فرمایا: ”جس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ پڑھ لیا وہ بلا حساب و بلا عذاب جنت میں داخل ہو گیا“ (کلید التوحید کلاں)- کلمہ طیب کا اقرار پاکیزہ عمل ہے جو بہشت میں پہنچاتا ہے اور ہر علم کلمہ طیب کی طے میں ہے“ (محک الفقر کلاں)-جنت میں اللہ عزوجل کی تمام نعمتیں وافر مقدار میں ہوں گی اور سب سے بڑی نعمت دیدارِ الٰہی ہے اور اس کے حصول کا اوّلیں اور مؤثر ذریعہ کلمہ طیبہ ہے جیسا کہ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) ارشاد فرماتے ہیں:

”جب جنتی دیدارِ الٰہی سے مشرف ہوں گے تو باقی تمام نعمتوں کو بھول جائیں گے“- ”دیدارِ الٰہی کی یہ عظیم نعمت و سعادت انبیاء و اَولیاء اور تمام اہلِ اِسلام مومن مسلمانوں کا نصیبہ ہے جنہوں نے کلمہ طیب ”لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ“ پڑھ رکھا ہے“-(کلید التوحید کلاں)

4-سن لے کہ تمام نصیب، تمام قسمت، تمام مراتبِ حکمت، تمام خزائن اور تمام علومِ طلسمات کلمہ طیب میں پائے جاتے ہیں اور تمام نصیبوں کی کنجی کلمہ طیب ہے-کلمہ طیب پڑھنے والا شخص نہ کبھی بے نصیب ہوا ہے اور نہ ہو گا“ (نور الھدٰی)-کلمہ طیبہ کی نعمتِ عظمٰی کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ سُلطان العارفین حضرت سخی سُلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: ”حضور نبی رحمت (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پر جس نے سب سے پہلے کلمہ طیب پڑھا وہ خود اللہ تعالیٰ نے پڑھا، پھر حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کی روح مبارک نے پڑھا اور پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روح مبارک شکم مادر ہی میں مسلمان ہوئی اور اُس نے کلمہ طیب ”لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ“ پڑھا-اِس کے بعد دیگر صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) معجزۂ ایمان سے مشرف ہوئے (عین الفقر)-سُلطان العارفین حضرت سخی سُلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) نے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی کلمہ طیبہ سے محبت و عقیدت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ”وہ اپنی ہر گفتگو میں پہلے کلمہ طیب یا اللہ تعالیٰ کا نام لیتے تھے اور اِس کے بعد کوئی دوسری بات کرتے تھے“-(کلید التوحید کلاں)

English Translation of
SULṮĀN AL-‘ĀRIFĪN SULTAN BAHOO’S
Persian Book

‘AYN AL-FAQR

EYE OF SPIRITUAL-EXCELLENCE

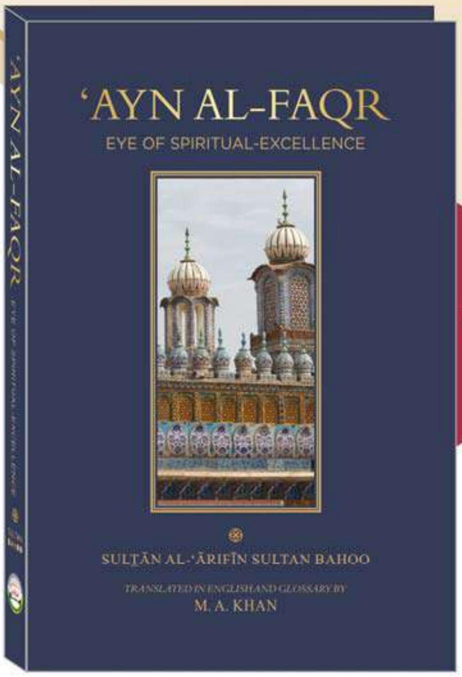

Published & Available

TRANSLATED BY
M. A. KHAN
Luton, UK

A Meaningful Struggle
International Standard

عین الفقر حضرت سلطان باھُوؒ کی شاہکار تصنیف ہے جو طالبانِ مولیٰ کی رہنمائی کے لئے لکھی گئی ہے- یہ کتاب سالکانِ راہِ حق بالخصوص خانوادہ حضرت سلطان باھُوؒ کو صدیوں سے فقر و تصوف کے بنیادی درس کے طور پر پڑھائی جارہی ہے- ایم اے خان کی جانب سے کئے گئے اس انگریزی ترجمہ کا مقصد اس عظیم روحانی و ادبی ورثے کو انگریزی قارئین تک پہنچانا ہے- انہوں نے حضرت سلطان باھُوؒ کی اصطلاحات کا منفرد انداز میں ترجمہ کیا ہے اور ان کی نہایت عالمانہ تشریح کی ہے جو پڑھنے والے کے لئے آسانی پیدا کرتی ہیں-

یہ ترجمہ حضرت سلطان باھوؒ کے پیغام کو دُنیائے جدید میں پھیلانے کا مؤثر ذریعہ ہے-

علم دوست لوگوں کے لئے خوبصورت تحفہ

ہیڈ آفس: دربارِ عالیہ حضرت سخی سُلطان باھوؒ ضلع جھنگ (پنجاب) پاکستان
پی او بکس نمبر 11 جی پی او لاہور
ویب سائٹ: www.alfaqr.net
ای میل: alarifeenpublication@hotmail.com

اَلعارفین پبلیکیشنز (رجسٹرڈ) لاہور-پاکستان
اپنے قریبی بک سٹال سے طلب فرمائیں